تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۙ

قرآنی حقائق بیان کرنے والا

تعلیمی، تربیتی اور تبلیغی مجلّہ

ماہنامہ الفرقان ربوہ

یعنی

"مذاہبِ عالم پر نظر"

جولائی ۱۹۶۱ء

ایڈیٹر
ابو العطاء جالندھری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَبٰرَكَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِہٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرًا ۙ

اے بے خبر! بخدمت فرقاں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند
(حضرت مسیح موعودؑ)

تعلیمی، تربیتی اور تبلیغی مجلّہ

الفرقان

ربوہ

مذاہب عالم پر نظر،

جلد ۱۱ — شمارہ ۷

جولائی سنہ ۱۹۶۱ء

بدل اشتراک	ایڈیٹر	تاریخ اشاعت
پاکستان و بھارت ۔۔۔۔ چھ روپے دیگر ممالک ۔۔۔۔ بارہ شلنگ	ابوالعطاء جالندھری	ہر انگریزی مہینہ کی دس تاریخ مقرر ہے

فی پرچہ
دس آنے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۱ شمارہ ۷	ماہنامہ **الفرقان** ربوہ	محرم الحرام ۱۳۸۱ جولائی ۱۹۶۱

مندرجات

جماعت احمدیہ کے نام حضرت مسیح پاک کی آخری وصیت		ٹائیٹل صفحہ ب
افریقہ میں تبلیغ اسلام	اقتباسات از اخبار "دعوت" دہلی	ص۲
اسلام اور عیسائیت کا موازنہ	ایڈیٹر	ص۵
ادبی و مذہبی سرقہ کی ایک حیرت انگیز مثال	"	ص۸
حضرت مریم اور ابن مریم کی ایشیا میں ہجرت	جناب شیخ عبدالقادر صاحب فاضل عیسائیت	ص۹
حضرت ایلیا کی آمد ثانی کس طرح ہوئی؟ (پادری صاحبان سے ایک سوال)	جناب حاجی فضل محمد صاحب کھوکھلوی قادیان	ص۱۲
بہاء اللہ کی الوہیت کے متعلق بہائیوں کے اپنے بیانات	جناب مولوی عبدالکریم صاحب پشاور	ص۱۵
بہائیت کے متعلق دو ضروری نوٹ	ایڈیٹر	ص۲۰
البینات (ایک رکوع کا سلیس ترجمہ و مختصر تفسیر)	"	ص۲۱
اسلام میں نجات کا آسان راستہ	جناب شیخ مبارک احمد صاحب رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ	ص۲۵
ایک نہایت لطیف الزامی جواب	حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کا واقعہ	ص۲۸
عیسیٰ کی بھارت یاترا (ہندی رسالہ کا ترجمہ)	جناب چوہدری عبدالواحد صاحب بی۔اے ربوہ	ص۲۹
ایڈیٹر کی ڈاک	احباب کے چند خطوط	ص۳۱
آلِ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کون کون شامل ہیں؟	جناب مولوی محمد اسد اللہ صاحب کاشمیری فاضل دیوبند	ص۳۲
شذرات	ایڈیٹر	ص۴۰
الفرقان کے مستقل خریداروں کے اسماء گرامی	مینیجر	ص۴۵

ضروری اعلان

عنقریب رسالہ الفرقان کا حضرت میر محمد اسحٰق صاحب (رضی اللہ عنہ) نمبر نہایت آب و تاب سے شائع ہو رہا ہے انشاء اللہ۔ جو احباب برائے تبلیغ اور تربیت اس نمبر کی زائد کاپیاں خرید کرنا چاہیں وہ ابھی سے مطلوبہ تعداد سے مطلع فرمادیں۔ جو دوست الفرقان کے نئے خریدار بن جائیں گے انہیں بھی یہ رسالہ عام چندہ میں جو سالانہ چھ روپے ہے ملے گا ؎

(مینیجر)

الفرقان کا حضرت میر محمد اسحٰق رضی اللہ عنہ نمبر

حضرت حافظ روشن علی رضی اللہ عنہ نمبر کے بعد رسالہ الفرقان دوسرا شاندار نمبر حضرت میر محمد اسحٰق صاحب فاضل اجل کے حالات پر مشتمل شائع کر رہا ہے۔ بہت سے بزرگ جلد ہی اپنے مقالہ جات بھجوا رہے ہیں۔ حضرت میرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی اور جناب مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ کے قیمتی مقالے آنے کی باقاعدہ اطلاع آچکی ہے۔ اور بھی بہت سے احباب سے توقع ہے۔ جن احباب نے ازراہ نوازش مضامین بھجوا دیئے ہیں انکے نام شکریہ کے ساتھ درج ذیل ہیں:

(۱) جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل۔
(۲) جناب شیخ محمد احمد صاحب پانی پتی مولوی فاضل۔
(۳) جناب شیخ عبدالقادر صاحب فاضل۔ مربی سلسلہ احمدیہ لاہور۔
(۴) جناب شیخ مبارک احمد صاحب فاضل مشرقی افریقہ۔
(۵) جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی۔اے قادیان۔
(۶) جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ذبیح۔
(۷) جناب مولوی عبدالمجید صاحب منیب ہلا پوری۔
(۸) جناب کیپٹن ڈاکٹر محمد دین صاحب ربوہ
(۹) جناب قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت احمدیہ مردان۔
(۱۰) جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور۔
(۱۱) جناب مولوی عبدالرحیم صاحب عارف مولوی فاضل۔
(۱۲) جناب مولوی محمد یٰسین صاحب محرر نظارت ضیافت
(۱۳) جناب مولوی عبدالمنان صاحب شاہد مربی منظفر گڑھ۔

حضرت میر محمد اسحٰق رضی اللہ عنہ نمبر کیلئے اپنا مضمون فوراً بھجوا دیں

کتابت شروع ہونے والی ہے

ایڈیٹر

[illegible]

افریقہ میں تبلیغِ اسلام[1]

ذیل کے دو[1] اقتباس جو دہلی کے مشہور اخبار "دعوت" کے تازہ پرچوں سے ماخوذ ہیں بغور ملاحظہ فرمائیں :-

(۱)

تبلیغِ اسلام کے نام لیوا عام علماء کی حالت

نیروبی (مشرقی افریقہ) سے ایک مخالفِ احمدیت جناب عبدالرحمٰن صاحب بذمی افریقہ میں تبلیغِ اسلام کی ضرورت کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے علماء کے متعلق لکھتے ہیں کہ :-

"اسلام کو یہاں فروغ دینے کیلئے ضروری ہے کہ ان ممالک کے مسلمان اشاعتِ دین کے صحیح طریق کار کے تحت اسلام کی تبلیغ کا کام شروع کریں۔ اس جدوجہد کے لئے جن صلاحیتوں کے علماء اور مبلغین کی ضرورت ہے بدقسمتی سے ان کا یہاں قحط ہے —— پاکستان و ہندوستان سے بعض مشہور دینی مقررین اس ملک کے تبلیغی دورے پر آتے رہے ہیں لیکن وہ ایشیائی مسلمانوں ہی کے حلقوں میں اپنا اپنا جوہرِ خطابت دکھا کر اور پیسوں سے اپنی جیبیں پُر کر کے اِلّا ماشاء اللہ یہاں سے لوٹ جاتے رہے ہیں۔"

(اخبار "دعوت" دہلی ۲۲ فروری ۱۹۶۱ء)

(۲)

تبلیغِ اسلام کرنے والے احمدی مبلغین کا کردار

جناب ایڈیٹر صاحب "دعوت" دہلی زیرِ عنوان "تبلیغِ یورپ و افریقہ" تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"ہمیں ان احمدی حضرات کو اختلاف کے باوجود داد دینی چاہیئے جو مغربی اور افریقی ممالک میں اپنے طور پر اسلام کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ آخر یہ لوگ کرہ مریخ سے وارد نہیں ہوئے انہوں نے اپنے خاص نظام کے تحت اپنے نظریات و عقائد کی تربیت حاصل کی اور اپنے کردار کو پختہ بنایا اور مذہب کی دولت انہوں نے پائی اسے لیکر وہ افریقہ اور دوسرے ممالک میں پہنچے اور ایقان کے سہارے اس کی دکانیں وہاں سجائیں جہاں ان کا نام لینا بھی دوسروں کے لئے باعثِ شرم ہے! لیکن جو نوجوان گھر پر اسلام سے واقف نہیں جن کے پاس نہ خزانہ ہے اور نہ انکی کنجی ہے وہ مغربی ممالک میں جاکر یہی کر سکتے ہیں کہ انہیں اپنی اسلامیت پر شرم آئے اور مغربی افکار سے متاثر ہوں اور فیصلہ یہ کریں کہ مغربی قوموں نے مذہب سے آزادی حاصل کرکے ترقی کی اور اس کی وجہ سے انہیں مشرق پر برتری حاصل ہوئی۔ گویا اصل مسئلہ تربیت کا ہے اسلام اور کفر کا نہیں ہے گھر کے ماحول میں جو رنگ چڑھ جائے گا، خواہ وہ اسلامی رنگ ہو یا غیر اسلامی اسے مغربی ممالک میں جاکر نکھرنے کا موقع ملتا ہے۔ جو شخص گھر میں اسلام کی تربیت سے محروم رہا اس کی محرومیت ہی وہاں جاکر اور نمایاں ہوگا اور جس نے یہ نعمت گھر پر حاصل کرلی وہ کہیں بھی چلا جائے اپنی پونجی کی حفاظت ضرور کرے گا۔"

(صدق جدید لکھنؤ ۱۶ جون ۱۹۶۱ء بحوالہ "دعوت" دہلی)

---

[1] اس کے متعلق ٹائیٹل پیج کے فوٹو بھی ملاحظہ ہوں۔

اسلام اور عیسائیت کا موازنہ

عقائد و نظریات کے دس اصولی اور بنیادی فرق

اول۔ اسلام توحید کا علمبردار ہے اور عیسائیت تثلیث کی دعویدار ہے۔ اسلامی عقیدہ کے مطابق کائنات کا ایک ہی خالق و مالک ہے اور وہی واحد و یگانہ ہمارا معبود ہے۔ نہ اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ باپ۔ نہ کوئی اس کا ہمسر ہے اور نہ کوئی اس کی مانند۔ وہ اپنی ذات و صفات میں منفرد اور بے نظیر ہے۔ عیسائی عقیدہ یہ ہے کہ خدا تین ہیں۔ باپ خدا، بیٹا خدا، روح القدس خدا۔ ان اقانیم ثلاثہ پر ایمان لانا عیسائی بننے کیلئے ضروری ہے۔ تثلیث عیسائیت کا بنیادی عقیدہ ہے۔

دوم۔ اسلامی عقیدہ کے مطابق سب نبی پاک اور معصوم ہیں۔ کسی نے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا۔ ان کی شان ہے عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ (الانبیاء: ۲۷) کہ وہ خدا کے باعزت بندے ہیں۔ قول میں اور عمل میں خدا کے حکم کے تابع ہوتے ہیں نافرمانی نہیں کرتے۔ کسی قسم کی سبقت نہیں کرتے۔ موجودہ عیسائیت کہتی ہے کہ سب نبی گنہگار تھے اور انہوں نے مختلف قسم کی بدیوں کا ارتکاب کیا۔ ان میں سے کوئی ایک بھی پاک نہ تھا اور نہ نجات پا سکتا تھا۔ دوسرے انسانوں کو راہ نجات دکھانا تو دور کی بات ہے۔ اسی لئے نجات کے لئے خدا کا بیٹا دنیا میں آیا۔ یسوع کا قول ہے:۔

"میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ بھیڑوں کا دروازہ میں ہوں۔ جتنے مجھ سے پہلے آئے سب چور اور ڈاکو ہیں مگر بھیڑوں نے ان کی نہ سنی۔" (انجیل یوحنا ۸/۱۰)

سوم۔ قرآن مجید فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر: ۲۴) وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل: ۳۶) کہ دنیا کی ہر قوم میں نبی آئے ہیں، سب ملکوں میں خدا کے رسول مبعوث ہو کر توحید کی منادی کرتے رہے ہیں۔ گویا اسلام کے نزدیک اللہ تعالے رب العالمین ہے اسلئے اس نے ہر قوم میں اپنے فرستادے روحانی ربوبیت کیلئے مبعوث فرمائے ہیں۔ عیسائیت کا یہ عقیدہ ہے کہ سوائے بنی اسرائیل کے دوسری ساری قومیں نبیوں کے وجود سے محروم ہیں۔ پولوس نے لکھا ہے:۔

"وہ اسرائیلی ہیں اور لے پالک ہونے کا حق اور جلال اور عہود اور شریعت اور عبادت اور وعدے انہیں کے ہیں۔ اور قوم کے بزرگ انہیں کے ہوتے ہیں اور جسم کے رو سے مسیح بھی انہیں میں سے ہوا۔" (رومیوں ۹: ۵،۴)

چہارم - اسلام کے نزدیک ہر بچہ پیدائشی طور پر پاک پیدا ہوتا ہے۔ اسے صاف لوح دی جاتی ہے۔ سِن شعور کو پہنچنے پر وہ اپنی مرضی اور اختیار سے نیکی یا بدی کرتا ہے اور اس صاف تختی پر اچھے یا بُرے نقوش اجاگر کرتا ہے۔ عیسائی نقطۂ نگاہ سے ہر بچہ پیدائشی طور پر گنہگار پیدا ہوتا ہے آدم نے گناہ کیا اور اس کی ساری اولاد گنہگار بن گئی۔ اب کوئی بچہ بے گناہ پیدا نہیں ہوتا اسلئے بے سزا نہیں رہ سکتا۔

پنجم - عیسائیت کہتی ہے کہ جب سب آدمزاد گناہ گار ہیں وہ تو خود نجات نہیں پا سکتے اسلئے نجات کی صورت یہ ہوئی کہ خدا کا بیٹا زمین پر آیا' اس نے کنواری مریم کے رحم میں حمل میں آنے کی اور ولادت کی زحمت برداشت کی۔ آخر یہودیوں کے ہاتھوں صلیب پر مر گیا اور اس نے سب گناہ گاروں کے گناہ اٹھا لئے۔ اب جو آدم زاد مسیح ابن اللہ کے مصلوب ہونے پر ایمان لائیں گے وہی نجات کے وارث ہوں گے۔

اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان پیدائشی طور پر بے گناہ ہے' اس میں گناہوں سے بچنے کی طاقت موجود ہے اسلئے پاک انبیاء کی تعلیمات کی رہنمائی میں وہ خود نجات پا سکتا ہے۔ بلکہ اعلیٰ کمالات کو حاصل کر سکتا ہے۔ کوئی دوسرا کسی کے گناہ نہیں اٹھا سکتا۔ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰى (الانعام : ۱۶۴) کوئی جان دوسری کا بوجھ نہ اٹھائیگی اسلئے نجات کا طریق خدائی احکام کی تعمیل ہے یسوع کی صلیبی موت پر ایمان یا کفارہ کا عقیدہ نہیں۔

ششم - اسلام کے نزدیک شریعت خدا کا فضل اور اس کی رحمت ہے۔ اس سے انسان کو نیکی اور بدی میں فرق معلوم ہوتا ہے اور خدا کے قرب کو پانے کی توفیق ملتی ہے۔ عیسائیت کہتی ہے کہ شریعت لعنت ہے اور انسان کو لعنتی بناتی ہے اسلئے شریعت کو ماننا بیکار ہے۔

ہفتم - عیسائیت کے نزدیک حضرت مسیح صلیب پر مر گئے اور صلیبی موت کی وجہ سے تورات کے مطابق وہ لعنتی ہوئے۔ مگر ان کا لعنتی ہونا انسانوں کی خاطر تھا۔ لکھا ہے :-

"مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔" (گلتیوں ۳/۱۳)

اس کے برعکس اسلامی عقیدہ یہ ہے وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (النساء : ۱۵۷-۱۵۸) کہ حضرت مسیح صلیب پر ہرگز فوت نہیں ہوئے اسلئے ان کے لعنتی بننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مسیح لعنتی نہیں بلکہ مرفوع الی اللہ تھے۔ لعنتی خدا سے دھتکارے ہوئے کو کہتے ہیں اور مرفوع خدا کے مقرب کو کہتے ہیں۔

ہشتم - اسلام کے نزدیک جہنم لا محدود زمانہ کیلئے اور غیر منقطع نہیں۔ وہ مجرموں کی سزا اور اصلاح کا مقام ہے اسلئے خواہ کتنے لمبے زمانہ تک وہ قائم رہے مگر بہرحال محدود اور ختم ہو جانے والا ہے۔ البتہ جنّت خدا کی بے پایاں رحمت کا مقام ہے اور انسانیت کی لامحدود ترقی کی تکمیل گاہ۔ اسلئے اسلام کے نزدیک جنّت کبھی ختم نہ ہوگی۔ عیسائیت کا عقیدہ ہے کہ

جنت کی طرح جہنم بھی دائمی اور غیر محدود ہے وہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ گناہ گار ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں جلیں گے اور دانت پیسیں گے۔

نہم ۔ اسلام کا پیغام ساری دنیا، ساری قوموں، سارے زمانوں کے لئے ہے اور وہ اس بات کا دعویدار ہے کہ وہ کامل اور جامع تعلیم پیش کرتا ہے۔ فرمایا اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ (یوسف: ۱۰۴) یہ قرآن مجید سب جہانوں کے لئے ہے۔ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف: ۱۵۰) اے رسول تو کہہ دے کہ لوگو! میں تم سب کی طرف خدا کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ: ۳) اب میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا ہے۔

عیسائیت کا پیغام صرف بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کیلئے تھا۔ مسیح نے کہا کہ:-

"میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اَور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا" (متی ۱۵/۲۴)

پھر لکھا ہے کہ:-

"ان بارہ کو یسوع نے بھیجا اور انہیں حکم دے کے کہا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔" (متی ۱۰/۵-۶)

مسیحی تعلیم کے کامل نہ ہونے پر انجیل کا مندرجہ ذیل قول شاہد ہے۔ فرمایا:-

"مجھے تم سے اَور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئیگا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔" (یوحنا ۱۶/۱۲-۱۳)

دہم ۔ اسلام کے نزدیک بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں سے افضل اور کامل تر ہیں مگر وہ خدا یا خدا کے بیٹے نہیں بہرحال انسان ہیں۔ اسی لئے وہ اپنی کامل انسانی زندگی میں ہم سب کیلئے اسوۂ حسنہ ہیں اور ہم سب ان کی اتباع و تقلید پر مامور ہیں۔ ان کی زندگی اپنی جامعیت کے باعث سب انسانوں کے لئے کامل نمونہ ہے۔

عیسائیت کے نزدیک حضرت مسیح خدا کے بیٹے ہیں اسلئے وہ ہمارے لئے قابل تقلید نمونہ نہیں ٹھہر سکتے اور نہ ہی ہم انسان ان کی پیروی کر سکتے ہیں۔ پھر ان کی واقعاتی زندگی میں شادی شدہ خاوندوں، صاحب اختیار انسانوں اور صاحب اولاد باپوں وغیرہ طبقاتِ انسانی کے لئے کوئی نمونہ نہیں۔

گویا جس طرح عیسائیت جامع اور کامل تعلیم پیش کرنے سے عاجز ہے اسی طرح اس کے پاس انسانوں کے لئے کوئی اسوۂ حسنہ بھی نہیں ہے۔

اسلام اور عیسائیت کے عقائد و نظریات میں یہ دس اصولی بنیادی فرق ہیں۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

ادبی و مذہبی سرقہ کی ایک حیرت انگیز مثال

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک پرانی موحدانہ نظم مطبوعہ الفضل ۱۳؍جنوری ۱۹۲۸ء کو اہلحدیثوں کے اخبار تنظیم اہلحدیث لاہور کے تازہ پرچہ مورخہ ۳۰؍جون ۱۹۶۱ء میں صفحہ اول پر جلی طور پر شائع کیا گیا ہے۔ بعض اشعار میں تھوڑا تغیر کیا گیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام کا ذکر تک نہیں کیا گیا۔ بلکہ نظیم شاعر کے نام سے نظم کو منسوب کیا گیا ہے۔ قارئین ملاحظہ فرما کر فتویٰ دیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک بہت پرانی نظم

اک نہ اک دن پیش ہوگا تو فنا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے
چھوڑنی ہوگی تجھے دنیائے فانی ایک دن
ہر کوئی مجبور ہے حکم خدا کے سامنے
مستقل رہنا ہے لازم اے بشر تجھ کو سدا
رنج و غم یاس و الم فکر و بلا کے سامنے
بارگاہ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکلکشا کے سامنے
حاجتیں پوری کریں گے کیا تری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے
چاہیئے تجھ کو مٹانا قلب سے نقش دوئی
سر جھکا بس مالک ارض و سما کے سامنے
چاہیئے نفرت بدی سے اور نیکی سے پیار
ایک دن جانا ہے تجھ کو بھی خدا کے سامنے
راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعل بے بہا کے سامنے

(الفضل ۱۳؍جنوری ۱۹۲۸ء صـ۱)

کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے!

اک نہ اک دن پیش ہوگا تو قضا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے
چھوڑنی ہوگی تجھے دنیائے فانی ایک دن
ہر کوئی مجبور ہے حکم خدا کے سامنے
مستقل رہنا ہے لازم اے بشر تجھ کو سدا
رنج و غم سوز و الم، فکر و بلا کے سامنے
حاجتیں پوری کریں گے کیا تری عاجز بشر؟
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے
چاہیئے تجھ کو مٹانا قلب سے نقش دوئی
سر جھکا لے مالک ارض و سما کے سامنے
چاہیئے نفرت بدی سے اور نیکی سے پیار
اک نہ اک دن پیش ہوگا تو خدا کے سامنے
راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے نظیم
قدر کیا پتھر کی لعل بے بہا کے سامنے

(تنظیم اہلحدیث لاہور ۳۰؍جون ۱۹۶۱ء)

ایک محققانہ مقالہ

حضرت مریمؑ اور ابنِ مریمؑ کی ایشیا میں ہجرت

پہلی صدی کے ایک عیسائی کا لوحِ مزار

(از جناب شیخ عبد القادر صاحب لائلپوری)

گذشتہ مضمون میں حضرت مریمؑ صدیقہ کی ہجرت ایشیا کے متعلق بعض تاریخی حوالے پیش ہو چکے ہیں[۱] دوسری صدی کی عیسائی روایت کہ حضرت مریمؑ ایشیا میں ہجرت کر گئیں۔ قرآنی بیان وَ اٰوَیْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِیْنٍ کی تائید میں ایک مضبوط شہادت ہے۔ اب پہلی صدی عیسوی کے ایک مشہور کتبہ کی گواہی درج ذیل ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام دنیا کے پہاڑی علاقوں اور میدانوں میں اپنے گلے کی نگہبانی اور نگرانی کا فرض سرانجام دیتے ہیں اور حضرت مریم روحانی مائدہ دنیا کے سامنے پیش کرتی ہیں۔

یہ کتبہ لوحِ مزار کے طور پر ایشیائے کوچک کے مقام ہیرو پولس میں لکھا گیا۔ کتبہ کے لکھوانے والے کا نام "ابرکی لیس" ہے۔ یہ شخص جب بہتر سال کا ہوا تو اس نے اپنا لوحِ مزار اپنے سامنے لکھوایا۔ رومن حکومت کے تسلط کے باعث واضح باتیں تو نہیں لکھ سکتے تھے۔ علامتی رنگ میں بعض حقیقتوں کی طرف بڑی خوبصورتی سے اشارات کئے گئے۔ انجیل، تاریخ کلیسیا اور ابتدائی عیسائی آرٹ کی مدد سے یہ اشارے بآسانی حل ہو جاتے ہیں۔ سب سے پہلے لوحِ مزار کی عبارت ملاحظہ ہو:۔

"میں جو کہ ایک منتخب شہر کا باشندہ ہوں اپنے حینِ حیات میں نے یہ مقبرہ تیار کروایا ہے تا کہ جب میرا وقت آخر آ جائے تو میرا جسم اس میں آسودہ ہو۔

میرا نام "ابرکی لیس" ہے۔ میں اس مقدس چوپان کا ایک شاگرد ہوں۔ جو کہ اپنی بھیڑوں کو پہاڑوں اور میدانوں میں چراتا ہے۔ جس کی آنکھیں کشادہ اور سب پر نگران ہیں۔ جس نے مجھے زندگی کا حقیقی سبق دیا اور مجھے روم میں شاہی جاہ و جلال اور سنہری لباس میں ملبوس ملکہ کو جو کہ طلائی پاپوش پہنے ہوئے ہے دیکھنے کے لئے بھیجا۔ وہاں میں نے درخشندہ مُہر رکھنے والے لوگ دیکھے۔ اسی طرح میں نے شام کے میدانوں، بلاد و امصار اور فرات کے پار نصیبین کا بھی سفر کیا۔ ہر جگہ مجھے ایک ساتھی کی معیت نصیب ہوئی۔ جیسا کہ پولس میرے ساتھ رتھ میں سوار تھا۔

[۱] ملاحظہ ہو الفرقان اپریل ۱۹۶۷ء۔

ہر جگہ ایمان میرا راہنما تھا۔ ہر کہیں
مجھے ایمان کی بدولت چشمہ کی وہ بڑی اور
تازہ مچھلی عطا ہوئی جو کہ بے لوث کنواری
نے پکڑی۔ یہ خاتون ہمیشہ اپنے احباب
کے سامنے کھانے کے لئے مچھلی پیش کرتی
ہے۔ اس مقدسہ کے پاس شراب طہور بھی
ہے جسے وہ پانی میں ملا کر روٹی کے ساتھ
دیتی ہے۔

میں نے جس کا نام "ابر کی لیس" ہے یہ
عبارت اِملا کروائی تاکہ میری موجودگی میں یہ
لکھی جائے۔ میری عمر اس وقت بہتر
سال ہے۔

ہر اس دوست سے جو اس عبارت
کی حقیقت کو سمجھتا ہے درخواستِ دعا ہے۔

میری قبر میں اور کوئی دفن نہ کیا جائے۔
لیکن اگر ایسا ہو تو رومن خزانہ میں دو ہزار
طلائی سکے داخل کرنا ضروری ہیں اور میرے
محبوب شہر "ہیرو پولس" کو ایک ہزار طلائی
سکے دینا لازمی ہیں[5]"

محققین تسلیم کرتے ہیں کہ اس عبارت میں علامتی رنگ میں ایسے اشارات کئے گئے جو کہ ابتدائی صدی کے عیسائیوں میں مستعمل تھے۔

مقدس چوپان سے مراد حضرت مسیح علیہ السلام ہیں۔ ملکہ سے مراد روم کی شہنشاہی ہے۔ درخشندہ مُہر رکھنے والے لوگ روم کے عیسائی ہیں۔ مقدس کنواری حضرت مریم۔ مچھلی سے مراد ابتدائی مسیحی آرٹ میں حضرت مسیح کا وجود ہے۔ روٹی اور شراب سے مراد عشائے ربانی کی رسم یا روحانی مائدہ ہے[6]۔

اِن تشبیہات کے پیشِ نظر عبارت کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔ ابتدائی صدی کا ایک عیسائی "ابر کی لیس" لوگوں سے مخاطب ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں اس چوپان کا شاگرد ہوں جو کہ دنیا کے پہاڑوں اور میدانوں میں اسرائیل کی بھیڑوں کی نگہبانی اور نگرانی کا فرض سرانجام دے رہا ہے۔ اس نے مجھے روم میں بھیجا۔ کیونکہ وہاں کے عیسائی رومن حکومت کے جاہ و جلال اور جور و ستم کا تختۂ مشق تھے حضرت مسیح کے بعض حواری اور پولوس اس کے ہم سفر تھے۔ یہ شخص شام کے بلاد و امصار میں بھی گیا اور فرات کے پار نصیبین تک اس نے سفر کیا۔ حضرت مریم کے متعلق وہ لکھتا ہے کہ وہ بھی حضرت مسیح اور ان کے دین کو لوگوں کے سامنے پیش کرتی ہیں اور روحانی مائدہ دسترخوان پر چنتی ہیں۔ "ابر کی لیس" امید رکھتا ہے کہ یہ اشارے اس کے احباب سمجھتے ہیں۔ اور وہ اس کے لئے دعاگو ہوں گے۔

اس کتبہ سے ظاہر ہے کہ "ابر کی لیس" حضرت مسیح علیہ السلام اور پولوس کا ہمعصر تھا۔ یوحنا رسول کے شاگرد پاپیاس کا زمانہ بھی شاید اس نے پایا۔ تاریخ کلیسیا میں پاپیا کے بعد "ابر کی لیس" کی جانشینی کا ذکر ہے[7]۔ اگر یہ "ابر کی لیس"

---

[5] Light from the ancient Past by Jack Finegan P. 479

[6] جیک فنی گان نے روم کے کیٹا کومب کتبات اور ابتدائی چرچ فادرز کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ مچھلی سے مراد حضرت مسیح ہیں۔ (ملاحظہ ہو مذکورہ کتاب [illegible]، صفحہ ۱۴۸)

[7] Dictionary of Christian Biography by Dr. W. M. Smith P. 5

وہی ہے جس نے مذکورہ کتبہ نصب کروایا تو پھر یہ شخص پاپیاس کا بھی معاصر تھا۔ پاپیاس ہیرو پولس کا بشپ تھا۔ جو کہ ایشیائے کوچک کے علاقہ فرگیہ میں واقع ہے ابرکی لیس بھی ہیرو پولس کا رہنے والا ہے۔ ابرکی لیس نے پہلی صدی کے آخر یا دوسری صدی کے شروع میں یہ کتبہ لکھوایا۔

انجیل اور تاریخ کلیسیا کے مندرجہ ذیل حوالوں کی روشنی میں "ابرکی لیس" کے اشارات کو سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔

انجیل میں حضرت مسیح کی ہجرت اور اسرائیل کے گمشدہ قبائل کی گلہ بانی کا ذکر موجود ہے۔

۱۔ حضرت مسیح فرماتے ہیں:۔

"میری اور بھی بھیڑیں ہیں جو اس بھیڑ خانہ کی نہیں۔ مجھے ان کو بھی لانا ضرور ہے اور وہ میری آواز سنیں گی۔ پھر ایک ہی گلہ اور ایک ہی چرواہا ہوگا" (یوحنا ۱۰/۱۶)

(ب) "یسوع نے کہا کہ تم مجھے ڈھونڈو گے مگر نہ پاؤ گے اور جہاں میں ہوں گا تم وہاں نہیں آسکتے۔ یہودیوں نے آپس میں کہا کہ یہ کہاں جائے گا کہ ہم اسے نہ پائیں گے کیا ان (یہودیوں) کے پاس جائے گا جو غیر قوموں میں پراگندہ ہیں۔" (یوحنا ۷/۳۴-۳۶)

۲۔ پولوس رسول بھی حضرت مسیح علیہ السلام کے اس مشن کا ذکر رومن حاکم کے سامنے بایں الفاظ کرتے ہیں:۔

"مسیح کو دکھ اٹھانا ضرور ہے اور سب سے پہلے وہی مُردوں میں سے زندہ ہو کر امتِ اسرائیل کو اور غیر قوموں کو بھی نور کا اشتہار دے گا" (اعمال ۲۶/۲۳)

رابرٹ گریوز اور جوشوا پوڈرو اپنی کتاب "یسوع روم میں" میں لکھتے ہیں:۔

"پولوس نے عدالت میں یہ شہادت دی کہ مجھے دمشق کے باہر حضرت مسیح ملے (یہ واقعہ ۳۵ عیسوی کا ہے) اور یہ کہ جیسا کہ وہ جانتا ہے کہ حضرت مسیح اب بھی (یعنی ۶۰ عیسوی میں بھی) زندہ ہیں۔ گواہی دیتے ہوئے وہ کہتا ہے کہ مسیح کے لئے ضروری تھا کہ وہ مر کر زندہ ہو جائے اور غیر قوموں کو ایمان کی روشنی دینے کے لئے چلا جائے۔ دوسرے لفظوں میں باہر کے ممالک میں تبلیغ کے لئے جانے کا ذکر ہے۔" (جیزز ان روم ص ۳)

۳۔ پہلی صدی کے آخری ربع میں مقدس اگنے ٹی یس (St. Ignatius) اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:۔

"جیسا کہ میں جانتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ حضرت مسیح زندہ ہونے کے بعد اپنے جسم میں آج بھی موجود ہیں"

جیزز ان روم کے مصنفین لکھتے ہیں:۔

"مقدس اگنے ٹی یس جو کہ انطاکیہ کے دوسرے بشپ تھے یہ جانتے اور یقین رکھتے تھے کہ حضرت مسیح ہیکل کی بربادی یعنی ۷۰ عیسوی کے بعد بھی اپنے جسم میں زندہ موجود ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ان کا یہ بیان جھوٹا ہے" (ص ۳۳)

۴۔ حضرت یوحنا کے شاگرد اور ابرکی لیس کے استاد پاپیاس کے زمانہ میں یہ روایت ملتی ہے کہ حضرت مسیح نے لمبی عمر پائی۔ چرچ ہسٹری میں لکھا ہے:۔

"کلیسیائی بزرگ پاپیاس کے زمانہ میں ایسی روایات مشہور تھیں کہ مسیح نے لمبی عمر پائی ہے"[۱]

---

[۱] Early History of the Christian Church by Duchesne P. 105

۵۔ دوسری صدی عیسوی کے کلیسیائی بزرگ "ایرینی لیس" کے متعلق جیمز مافٹ لکھتے ہیں کہ بشپ مذکور نے ان کلیسیائی پیشواؤں سے ایک روایت درج کی ہے جو کہ یوحنا حواری سے تعلق رکھنے والے تھے کہ مسیح نے بڑھاپے کی عمر میں وفات پائی۔ عمر کا یہ حصہ چالیس یا پچاس سال کے اُوپر ہے۔ آپ نے اس احتمال کا بھی اظہار کیا ہے کہ یہ روایت پاپیاس سے نقل کی گئی ہے۔[۱] پاپیاس غالباً کتبہ کندہ کرانے والے "ایرکی لیس" کے استاد تھے۔

یہاں یہ واضح رہے کہ بزرگانِ کلیسیا کی متواتر روایت سے کہ حضرت مسیح نے بڑھاپے کی عمر پائی، مجبور ہو کر دوسری صدی کے آخر میں "ایرینی لیس" نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ حضرت مسیح نے دراصل بڑھاپے کی عمر میں صلیب پائی۔ حالانکہ پہلے بزرگوں کا مقصد یہ تھا کہ حضرت مسیح نے صلیب کے بعد بڑھاپے کی عمر پائی ہے۔

۶۔ پہلی صدی کے یہودی مؤرخ جوزیفس کی تاریخ میں جو حصہ ابتدائی عیسائیوں نے ایزاد کیا اس میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح کے "انصار" پہلی صدی کے وسط میں یہ یقین رکھتے تھے کہ آپ زندہ موجود ہیں۔[۲]

۷۔ ۶۲ عیسوی میں حضرت مسیح کے بھائی اور نصاری یروشلم کے امیر مقدس یعقوب نے یہودی کاہنوں کے سامنے یہ گواہی دی کہ حضرت مسیح جن کو تم نے صلیب پر چڑھا دیا، زندہ موجود ہیں۔ (جیمز اِن روم صفحہ ۲۵-۲۶)

۸۔ چرچ ہسٹری میں لکھا ہے کہ وہ موحد عیسائی جو کہ نصرانی کہلاتے تھے یہ مانتے تھے کہ مسیح زندہ ہیں اور ہم سے جلد ملیں گے۔ (ارلی چرچ ہسٹری صفحہ ۱۱۔ و جیمز اِن روم صفحہ ۲۵-۲۶)

۹۔ گوناسٹک فرقہ کے عیسائی مانتے تھے کہ صعود کے بعد حضرت مسیح واپس آ گئے۔ انہوں نے ۱۱ سال حواریوں کے ساتھ بسر کئے اور انہیں بہت سے اسرار سمجھائے۔[۳]

۱۰۔ مصر کے آثارِ قدیمہ سے حضرت مسیح کے جو اقوال نکلے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کا واضح ارادہ ہجرت کا تھا۔ حواری کہتے ہیں کہ آپ ہمیں چھوڑے جا رہے ہیں ہمارا نگران کون ہوگا۔[۴]

ان تاریخی شواہد سے یہ امر ظاہر ہے کہ پہلی صدی میں یہ خیال عام تھا کہ حضرت مسیح صلیب کے بعد اسی دنیا میں موجود ہیں اور وہ اپنی بھیڑوں کی گلہ بانی کر رہے ہیں جو دنیا کے پہاڑوں اور میدانوں میں منتشر ہیں۔ اس پس منظر میں "ایرکی لیس" کہتا ہے کہ میں اس چرواہے کا شاگرد ہوں جو کہ کوہ و دمن میں اپنے گلے کی نگہبانی اور نگرانی کے فرائض سرانجام دے رہا ہے۔

اسی طرح حضرت مریم کے متعلق "ایرکی لیس" کا بیان کہ وہ ہر جگہ چشمہ کی بڑی اور تازہ مچھلی اپنے احباب کے سامنے رکھتی ہیں۔ شراب طہور اور روٹی پیش کرتی ہیں۔ پہلی صدی کے عیسائی لٹریچر کے پیشِ نظر اس کو سمجھنا کوئی مشکل نہیں۔

مصر سے ملنے والے اقوالِ مسیح میں ایک عقلمند

---

[۱] An Introduction to the Literature of the New Testament P. 510

[۲] According to the Hebrews by Schonfield P. 163

[۳] Jesus the Unknown by Merezhkovsky P. 51

[۴] The Gospel according to Thomas P. 9

مچھیرے کی تمثیل درج ہے جس میں بڑی مچھلی ملنے پر چھوٹی مچھلیاں سمندر میں پھینک دینے کا ذکر ہے۔ بڑی مچھلی سے مراد مسیح موعود ہے اور چھوٹی مچھلیوں سے مراد اس زمانہ کے علماء اور صوفیاء۔

قرن اوّل کے یہودی مسیحیوں کی کتاب دداخی میں لکھا ہے :-

"جونہی ہم کھانے کے پیالے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہیں ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں۔ اے ہمارے باپ! یہ روٹی جو کہ ہم توڑتے ہیں غلے کے دانوں کی صورت میں پہاڑوں پر منتشر تھی۔ یہ دانے چن چن کر اس روٹی کی شکل میں ایک کر دیئے گئے۔ پس اسی طرح ہماری دعا ہے کہ تیری کلیسیا بھی دنیا کے کناروں سے سمٹ سمٹ کر تیری بادشاہت میں مجتمع ہو جائے۔ تو لوگوں کو کھانے اور پینے کی چیزیں عطا کرتا ہے تاکہ وہ اطمینان پائیں اور تیرا شکر ادا کریں لیکن تو نے ہمیں اپنی کمال شفقت و رحمت سے کھانے اور پینے کی روحانی نعمتوں سے نوازا اور ابدی زندگی عطا فرمائی۔"

(پیکس تفسیر بائیبل ص ۶۴۳)

اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ ابتدائی عیسائی کھانے اور پینے کی چیزوں سے مراد استعارۃً روحانی مائدہ لیتے تھے۔

روم کی کیٹا کومبز میں ابتدائی عیسائی آرٹ سے ظاہر ہے کہ مچھلی سے مراد حضرت مسیح کا وجود تھا یا مسیحیت۔ گلیل سے ابتدائی عیسائیوں کا ایک کتبہ ملا ہے۔ اس میں لکھا ہے :-

"نجات دہندہ کے ہاتھ سے اس آسمانی مچھلی کا مزہ لو جو کہ ربانی صورت رکھتی ہے۔ یہ غذا شہد سے بھی زیادہ شیریں ہے۔"

(Jesus the Unknown P. 268)

ظاہر ہے کہ مچھلی سے مراد حضرت مسیح کا وجود تھا یا مسیحیت۔

پھر حضرت مریمؑ کے متعلق دوسری صدی کی روایت ملتی ہے کہ وہ یوحنا حواری کے ہمراہ ایشیا میں چلی گئیں۔ اس تاریخی پس منظر میں "ابرکی یس" کے بیان کے دوسرے حصہ کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ شام و نصیبین کے سفر میں مجھے چشمہ کی وہ تازہ مچھلی عطا ہوئی جو کہ معصوم کنواری نے پکڑی۔ اس مچھلی کو وہ اپنے احباب کے سامنے کھانے کے لئے ہر جگہ پیش کرتی ہے۔ یہ خاتون شرابِ طہور کو پانی میں ملا کر روٹی کے ساتھ دیتی ہے۔ اس بیان سے یہ ظاہر ہے کہ حضرت مریمؑ بھی لوگوں کو ابن مریمؑ، اس کے دین اور اس روحانی چشمہ کی طرف دعوت دیتی ہیں۔ جو کہ اللہ تعالیٰ نے جاری فرمایا۔ وہ لوگوں کو ہر جگہ روحانی مائدہ پیش کر رہی ہیں۔ اس بیان میں حضرت مریمؑ کے سفر اور ان کے انفاسِ قدسیہ اور مسیحؑ کی ملاقات کی طرف اشارہ موجود ہے۔

"ابرکی یس" نے ایشیائے کوچک سے روم اور وہاں سے شام کے بلاد و امصار اور فرات کے پار نصیبین تک سفر کیا۔ سفر کے ایک حصہ میں پولوس رسول بھی ہمراہ تھا۔ واقعہ صلیب کے بعد بہت سے حواری فرات کے پار پارتھیا چلے گئے۔ حضرت مریمؑ بھی ایشیا میں ہجرت کر گئیں۔ یوحنا حواری آپ کے ہمراہ تھے۔ روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ نصیبین کے سفر میں حضرت مسیحؑ، مریم اور بعض دوسرے حواری

موجود تھے۔ ابرکی لیس کہتا ہے کہ اس سفر میں میرے ساتھ کوئی نہ کوئی ساتھی موجود رہا۔ اور مجھے کھانے کے لئے مچھلی عطا ہوئی یعنی حضرت مسیحؑ کی زیارت نصیب ہوئی ہوسکتا ہے کہ یہ شخص حضرت مسیحؑ اور حواریوں کے سفر نصیبین میں ان کے ساتھ ہو۔ ابرکی لیس اپنے احباب سے امید رکھتا ہے کہ وہ بیان کردہ امور کو سمجھ کر اس کے لئے دعا کریں گے۔

میں یہ بتا چکا ہوں کہ قرنِ اوّل میں آبائے کلیسا یہ مانتے تھے کہ حضرت مسیحؑ حادثۂ صلیب کے بعد زندہ موجود ہیں اور اپنی گمشدہ بھیڑوں کی تلاش میں ہیں اور حضرت مریم بھی ایشیا کے سفر پر روانہ ہو چکی تھیں۔

بحیرۂ مُردار کے کنارے غاروں سے ابتدائی عیسائیوں کے جو صحیفے برآمد ہوئے ہیں ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ہادی برحق ایک فرستادہ خاتون کا فرزند ہے جو کہ موت کے مُنہ سے بچایا گیا۔ یوروشلم کو اس نے چھوڑ دیا اور دنیا کے میدانوں میں سیاحت کیلئے روانہ ہو چکا ہے[1]۔

یہ سب حوالے مذکورہ کتبے کی مخفی باتوں کے لئے بطور کلید ہیں۔ اگر حضرت مسیحؑ اور مریمؑ آسمان پر تھے تو پہلی صدی کے آخر میں "ابرکی لیس" صاف لکھتا کہ یہ دونوں مقدس وجود آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ مگر وہ صرف یہ ذکر کرتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام دنیا کے پہاڑوں اور میدانوں میں اپنی بھیڑوں کو چراتے ہیں اور حضرت مریمؑ روحانی مائدہ تقسیم کرتی ہیں۔ پھر وہ لکھتا ہے کہ مجھے وہ مچھلی عطا ہوئی جو کہ حضرت مریمؑ نے پکڑی۔ یعنی حضرت مسیحؑ کی ملاقات سے میں مشرف ہوا۔ آپ نے مجھے روم کے عیسائیوں کی خبرگیری کے لئے بھیجا۔ میں نے نصیبین تک سفر کیا۔ یہ سب امور بتا رہے ہیں کہ ابرکی لیس نے اشاروں اشاروں میں اپنے دَور کے عیسائیوں کے عقائد کا اظہار کیا ہے۔ اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ؏

حضرت ایلیا کی آمدِ ثانی کس طرح ہوئی؟

پادری صاحبان سے ایک سوال

(از جناب حاجی فضل محمد صاحب کیورتھلوی۔ قادیان)

گزشتہ دنوں دس بارہ پادری قادیان آئے اور مسجد اقصٰے کے منارہ پر دیکھنے کیلئے چڑھ گئے۔ ایک پادری نیچے کھڑا رہا۔ میں نے اس سے کہا کہ آپ میرے ایک سوال کا جواب دیں۔ وہ سوال یہ ہے کہ یہود کا عقیدہ ہے کہ حضرت ایلیا رتھ سمیت آسمان پر چڑھ گئے ہیں اور وہ خود ہی واپس آئیں گے اسکے بعد سچا مسیح آئیگا۔ کیا یہود کا یہ عقیدہ صحیح ہے یا وہ غلطی پر ہیں؟ پادری صاحب نے کچھ سوچکر کہا کہ بڑے پادری صاحب اُوپر سے آکر اس سوال کا جواب دینگے۔ جب پادری صاحبان منارہ سے اُترے تو میں نے یہی سوال انکے سامنے دہرایا۔ ان میں سے بڑا پادری بولا کہ تم کو اس سوال کے جواب سے کیا فائدہ ہوگا؟ میں نے کہا کہ فائدہ ہو یا نہ ہو آپ جواب تو دیں۔ پادری صاحب کہنے لگے کہ آپ اپنے مرزا صاحب کی خوبیاں بیان کریں تو ہم جواب دینگے۔ میں سمجھ گیا میں نے کہا کہ حضرت عیسٰی میں بہت خوبیاں تھیں مگر یہود کے نزدیک کچھ نہ تھیں۔ میری یہ بات سنتے ہی سب پادری چپکے سے چلتے بنے اور میرے سوال کا کچھ جواب نہ دیا۔ میں اب رسالہ الفرقان کے ذریعہ پادری صاحبان سے اس سوال کا جواب طلب کرتا ہوں۔

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "صحائف قمران" و "اصحاب کہف کے صحیفے"۔

بہاءاللہ کی الوہیت کے متعلق بہائیوں کے اپنے بیانات

(مرسلہ جناب مولوی عبدالکریم صاحب پشاور)

بہائیت کے متعلق سب سے پہلے جماعت احمدیہ نے اس راز کا انکشاف کیا کہ اہل بہاء کوئی اسلامی فرقہ نہیں، بلکہ غالی مسیحیوں کی طرح ایک ایسا گروہ ہے جو مرزا حسین علی صاحب کو الٰہ، ربّ اعلیٰ، قدیمی باپ، اللہ وغیرہ تسلیم کرتا ہے۔ اگرچہ مصلحت وقت کے تحت وہ اپنے عقائد مشرکانہ کو چھپاتے ہیں اور لوگوں کے سامنے صرف وہ باتیں پیش کرتے ہیں جو بظاہر خوشنما ہوتی ہیں۔ جنہیں نوتعلیم یافتہ جلدی قبول کرلیں۔ مگر احمدیوں کے بار بار کے اصرار سے آخر یہ طلسم ٹوٹا۔ انہوں نے کھلے الفاظ میں اپنے اُن مشرکانہ عقائد کا اظہار کیا جو غالی عیسائیوں کے عقائد کا مثنیٰ ہیں۔ چنانچہ دہلی کے اخبار کوکب ہند (جو اہل بہاء کا رسالہ تھا اور مولوی محفوظ الحق صاحب علمی بہائی مبلغ اس کے ایڈیٹر تھے) نے ۱۹۳۰ء میں بڑے زور و شور سے مرزا حسین علی صاحب کی الوہیت اور ربوبیت کبریٰ کا اعلان کیا اور لکھا کہ مرزا حسین علی صاحب کا دعویٰ نبوت و رسالت کا ہرگز نہ تھا۔ مگر اب کچھ عرصہ سے وہ پھر کسی مصلحت سے مرزا حسین علی صاحب کو رسول ثابت کرنے اور ان کے دعویٰ الوہیت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ رسالہ بشارت کراچی میں ۱۹۶۰ء (مئی، جون وغیرہ میں) مرزا حسین علی صاحب کے دعویٰ الوہیت وغیرہ کو اسی قسم کا دعویٰ بنایا گیا ہے جس طرح قرآن مجید میں آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت "وما رمیت اذ رمیت" اور "ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ط ید اللہ فوق ایدیھم" کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے ۱۹۳۰ء میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے جواب میں کھلے الفاظ میں مرزا حسین علی صاحب کو قدیم باپ، ربّ، رحمان، اللہ ثابت کیا تھا۔

قارئین الفرقان کے ازدیادِ علم کے لئے رسالہ کوکب ہند دہلی کے اقتباسات درج کئے جاتے ہیں جو انہوں نے ۱۹۳۰ء میں شائع کئے تھے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب مدیر اہل حدیث نے لکھا تھا کہ:-

"اہل حدیث میں بار بار "بہاء اللہ" کی کتاب اقدس سے ان کا دعویٰ رسالت نقل کیا جو صاف لفظوں میں ہے کہ "یا رسول یذکرلک مالک الوجود" ایسی صریح عبارت کو بھی بہائی رسالہ کوکب تاویل کرکے اور طرف لیجانے کو کہتا ہے کہ "یا رسول" میں کسی اور بندے سے خطاب ہے۔"

(اہلحدیث ص۳)

ایڈیٹر صاحب کوکب ہند نے اہل حدیث کے مذکورہ بالا نوٹ کا جواب مندرجہ ذیل شائع کیا کہ:-

(۱) "ہم نے اہل حدیث کے فاضل مدیر کو بذریعہ کوکب ہند بارہا مشورۃً عرض کیا کہ اہل بہا

کی کتب مقدسہ کے گہرے مطالعہ کے بعد اظہار خیال کے لئے قلم اٹھایا کریں مگر افسوس ہے کہ آپ نے اس مشورہ پر عمل نہ کیا تا بحدیکہ ان کے پورا سنے دوستوں کو یہ کہنے کا موقعہ مل گیا کہ مولوی ثناء اللہ سادہ لوح بہائیت میں بالکل طفل مکتب ہے۔" (الفضل ۱۳ اپریل ۱۹۳۰ء ص۱ کالم ۲)

(۲) پھر کوکب ہند نے لکھا کہ:۔

"یارسول یذکرك مالك الوجود کا جو حوالہ فاضل مدیر نے بارہا پیش کیا ہے۔ جب اصل حقیقت کو واضح کر دیا گیا کہ "یارسول" کے الفاظ میں کسی اور بندے سے (بہاء اللہ کا) خطاب ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ یہ تاویل ہے۔ مولنا آج پھر غور فرمایئے کہ آپ کا پیش کردہ حوالہ کتاب اقدس کے ص۵ سے شروع ہونے والی لوح میں ہے۔ اس کے شروع ہی سے اللہ جل جلالہ اپنے بندے "عندلیب" کو (جو ایران کے مجتہد و شاعر، بالآخر بہائی مبلغ تھے) مخاطب فرماتا ہے۔ اس کے بعد کسی دوسرے بندے "مہدی" سے خطاب ہے۔ پھر "علی" نامی بندے سے ص۵۲ پر خطاب ہے۔ اسی خطاب میں "باقر" نامی بندے کا حکایتاً تذکرہ ہے۔ پھر اسی صفحہ (ص۵۲) پر ایک خاتون سے خطاب ہے۔ پھر اللہ تعالے (مرزا حسین علی صاحب ناقل) اپنے ایک بندے "یوسف علی" نامی کو مخاطب فرماتا ہے۔ حتی کہ ص۵۳ (اقدس) پر آپکا (یعنے مولوی ثناء اللہ صاحب کا۔ناقل) پیشکردہ حوالہ بایں الفاظ آتا ہے کہ "یارسول یذکرك مالك الوجود ورب الجنود" یہ خطاب جیسا کہ پہلے مختلف بندوں سے تھے ایک بندے "عبدالرسول" نامی سے ہے۔"

(۳) "الغرض! اسی طرح لوح مبارک (اقدس) میں حضرت بہاء اللہ کو کسی جگہ بھی نبی اور رسول کے خطاب سے یاد نہیں فرمایا گیا۔ اور اس لوح مبارک پر ہی کیا حصر ہے کسی ایک جگہ بھی (یعنے الواح بہاء اللہ میں) آپ کو نبی یا رسول کے خطاب سے مخاطب نہیں کیا گیا۔ اور یہ پہلی دلیل ہے اس امر کی کہ حضرت بہاء اللہ نبی یا رسول ہرگز نہ تھے۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ آپ نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں نبی اور رسول ہوں۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ آپ کا ظہور وہ ظہور ہے جو قیامت کبری میں ظاہر ہونے والا تھا۔"

(۴) "مولنا! آپ ٹھنڈے دل سے غور فرما دیں کہ کیا آپ قیامت کے دن کسی نبی یا رسول کے ظہور کے منتظر ہیں؟ اگر نہیں جیسا کہ یقیناً نہیں۔ تو کیوں ایسے ظہور کو جو قیامت کبری میں ٹھیک اپنے وقت پر ظہور فرما ہوا نبی اور رسول بنانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں جبکہ نہ اسے (بہاء اللہ کو) نبی اور رسول کے خطاب سے کبھی مخاطب کیا گیا اور نہ ہی اس نے ہی کبھی ادعائے نبوت و رسالت کیا بلکہ ہمیشہ اس نے یہی ندا بلند فرمائی:۔

۱؎ یا معشر الملوك قد اتی المالك

والملك لله المهيمن القيوم۔
یعنے اے گروہِ ملوک! یقیناً اللہ آگیا ہے
جو تمام ملک کا مالک اور نگران اور اس کو
قائم رکھنے والا ہے۔

۲۔ قل بهذا الظهور رجع حديث
الطور ونفخ فی الصور قام العباد
لله العزيز الودود اذ ما انزله
الرحمان فی القرآن يوم يقوم
الناس لرب العالمين۔

۳۔ طوفوا او زوروا رب الانام فی
هٰذه الايام التی ما ادركت
مثلها العيون فی قرون الاولين۔

۴۔ قد اتت الساعة التی كانت مكنونة
فی علم الله و نادت الذرات قد
اتی القديم والمجد العظيم۔

کتب سابقہ میں بائیبل مقدس کے نبی
یسعیاہ کی کتاب کے صرف ایک حوالہ پر اکتفا
کی جاتی ہے۔ فرمایا:-

"ہمارے لئے ایک لڑکا تولد ہوا ہم کو
ایک بیٹا بخشا گیا اور سلطنت اسکے کاندھے
پر ہوگی اور وہ اس نام سے کہلا ئے گا۔
عجیب مشیر۔ خدائے قادر۔ قدیم باپ۔ امن
کا شاہزادہ" ($\frac{9}{6}$)

چنانچہ وہ قدیم باپ اپنے وقت پر
ظہور فرما ہوا اور اس نے فرمایا۔ انی انا
المذكور بلسان اشعيا یعنے میں
وہی ہوں جس کا ذکر یسعیاہ کی زبان سے
ہوا۔" (کتاب مبین ص۹۵) پھر ارشاد ہوتا
ہے کہ "قد اتی القديم ذو المجد العظيم"
پھر فرمایا قد جاء الأبُ وكُمّل ما
وعدتم به فی ملكوت الله (لوح
اقدس کوکب ہند جلد ۱ نمبر ۵ ص ۳۱)

(۵) "قرآن کریم کی سورۃ الفجر میں جہاں خدائے
قادر کی آمد کو بالفاظ جاء ربك کہہ کر
مومنین کو لقاء الٰہی کی تنزیہی رنگ میں
بشارت دی گئی ہے وہاں نقطہ الفرقان کے
کلام پاک نے یسعیاہ نبی کے مقدس کلام...
کو بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ چنانچہ سورۃ الفجر
کے بعد ہی فرمایا "ووالدٍ وما ولد" (البلد)

(۶) "حدیث میں آتا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں
تک کہ لونڈی اپنا رب جنے گی۔"

الغرض! قدیم باپ کے الفاظ قرآن شریف
سے بھی ثابت ہیں اور اس باپ کے ساتھ بیٹے
کا تذکرہ، عورت سے پیدا ہونا، جیسا کہ حدیث
کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ لڑکا، بیٹا وغیرہ کے
الفاظ بتاتے ہیں (جو یسعیاہ نبی کی کتاب میں
وارد ہیں) کہ یہ کسی ایسے انسان (یعنے جو
بظاہر ہیکل انسانی ہے) کا ظہور ہے جو نبی نہیں
بلکہ نبوت سے کوئی بلند درجہ ہے جسے
کتب سابقہ اور فرقان مجید میں بالاتفاق
قدیم باپ۔ رب۔ رحمان۔ اللہ وغیرہ
القاب سے یاد کیا گیا ہے۔ ورنہ کہہ دیا ہوتا
کہ نبی ہوگا۔ مگر ایسا نہیں کہا گیا کتب سابقہ
کی تصریحات تو معلوم ہو چکیں کہ ان میں یہ
خبر دی گئی ہے کہ ایک ایسا ظہور ہونے والا
ہے جو خدائے قادر۔ قدیم باپ۔ رب۔
رحمان۔ اللہ وغیرہ القاب سے یاد کیا گیا
ہے۔ مگر اس کے لئے نبی اور رسول کے

الفاظ وارد نہیں ہیں بلکہ اسے خدا کی آمد قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بعد حضرت بہاء اللہ عزّ اسمہٗ کی تشریح ملاحظہ فرمائیں۔ فرمایا "در جمیع کتب الٰہیہ وعدۂ لقاء صریح بودہ ہست۔ و مقصود ازیں لقاء مشرق آیات و مطلع بیّنات و مظہر اسماء حسنیٰ و صفات علیا حق جلّ جلالہٗ ہست . . . پس مقصود از لقاء لقائے نفسی بودہ کہ قائم مقام اوست مابین العباد" (لوح ابن ذئب ص۴۳) یہی ظہور کے لئے جو مقام مقدس اور جس نام سے موسوم ہے وہ یہ ہے جس کی بابت تمام کتب مقدسہ کا ارشاد ہے کہ:-

انّہٗ ینطق فی کلّ شان اِنّنی انا اللّٰہ لا الٰہ الّا انا ربّ کلّ شیءٍ وانّ ما دونی خلقی ان یا خلقی ایّای فاعبدون۔

اس کی شان گفتگو ہر شان میں یہ ہے کہ تحقیق میں خدا ہوں۔ میرے سوا کوئی خدا نہیں۔ میں ہر چیز کا رب ہوں اور جو کچھ میرے سوا ہے وہ میری مخلوق ہے میں حکم دیتا ہوں کہ اسے میری مخلوق صرف میری عبادت کرو" (تجلیات)

(کوکب ہند جون و جولائی۔ اگست ۱۹۳۰ء منقول از رسالہ ریویو آف ریلیجنز بابت فروری ۱۹۳۱ء صفحہ ۴۳ تا صفحہ ۴۶)

بہائیت کے متعلق دو ضروری نوٹ

(۱) بہائی غیر مسلم ہیں

۷ رجولائی ۱۹۵۸ء کو بہائیوں نے ایک اشتہار شائع کر کے حکومتِ پاکستان سے درخواست کی تھی:-

"The Bahai's of Pakistan seek the honour and Privilege of being included among the Non-Muslim Minorities of the land."

کہ ہمیں غیر مسلم اقلیتوں میں شمار کیا جائے۔

اس کے باوجود بعض مقامات پر بہائی لوگ مغالطہ دیتے ہوئے ناواقف مسلمانوں کو کہہ رہے ہیں کہ ہم بھی مسلمان ہیں۔ مسلمانوں کو اس مغالطہ میں نہ آنا چاہیئے۔

---

(۲) جناب بہاء اللہ کی جانشینی

جناب شوقی آفندی زعیم بہائیت کی وفات کے بعد قریباً دو سال سے بہائیوں میں زعامت کے لئے رسّہ کشی ہو رہی تھی۔ جو چند آدمیوں کی کمیٹی مقرر کی گئی تھی۔ ان میں سے ایک امریکن ممبر نے دعویٰ کر دیا ہے کہ بہاء اللہ کا جانشین وہ ہے۔ پاکستان و بھارت کے بہائیوں میں بھی اس بارے میں اختلافات پیدا ہو رہے ہیں۔ ہم آئندہ شمارے میں جانشینی کے متعلق جناب بہاء اللہ کی ہدایات ایک مقالہ شاملِ اشاعت کر رہے ہیں۔ (ایڈیٹر)

درخواست دُعا خاکسار کے والد صاحب (دین محمد) عرصہ سے بیمار چلے آ رہے ہیں۔ احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا فرماویں۔ (خاکسار عبدالسلام اختر ... ربوہ)

حاصلِ مطالعہ

{اس عنوان کے ماتحت احباب اپنے مطالعہ کے مفید حوالہ جات ارسال کرتے ہیں جو شکریہ کے ساتھ درج رسالہ ہوتے ہیں۔ یہ حوالہ جات سلسلہ وار شائع ہو رہے ہیں آپ بھی حصہ لیکر ممنون فرمائیں ——(ایڈیٹر)}

(۷)

جناب پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم بھارت نے اپنی مشہور کتاب "Glimpses of World History" یعنی "تواریخ عالم کی جھلکیاں" میں بہت سے حقائق سے پردہ اٹھایا ہے۔ ذیل میں ان کے تین اقتباسات کا ترجمہ قارئین کرام کے فائدہ کے لئے دیا جاتا ہے:-

مندروں کے مسمار کرنے کی وجہ

"مسلمان جو وہاں (یعنی شمالی ہندوستان میں) آئے اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ وسطی ایشیا کے لوگ تھے عرب نہ تھے۔ وہ اپنے مذہبی جوش سے بھرپور تھے اور بتوں کو توڑنا چاہتے تھے لیکن ایک اور وجہ ان مندروں کی تباہی کی شاید یہ بھی تھی کہ یہ پرانے مندر بطور قلعہ جات اور لڑائی کے مراکز کے استعمال ہوتے تھے۔ اب بھی جنوبی ہندوستان کے بہت سے مندر قلعوں سے مشابہ ہیں جن میں لوگ حملہ کے وقت اپنا دفاع کر سکتے ہیں۔ اس طرح ان مندروں سے علاوہ پوجا پاٹھ کے اور کئی کام لئے جاتے تھے۔ یہ مندر دیہات کے مدارس، اجتماع کی جگہیں، پنچائت گھر یا پارلیمنٹ ہاؤس اور بوقت ضرورت دفاع کے لئے دیہی قلعوں کے طور پر استعمال ہوتے تھے۔"

(صفحہ ۱۲۰۷ ایڈیشن دوم جون ۱۹۴۹ء)

(۸)

عربوں پر اسلام کا اثر

"یہ عجیب بات ہے کہ عربوں کی نسل جو ایک عرصہ سے خفتہ حالت میں تھی اور گرد و پیش کی دنیا سے منقطع تھی اچانک بیدار ہوگئی اور اس میں ایسی بے پناہ قوت پیدا ہوگئی جس سے انہوں نے دنیا کو تہ و بالا کر ڈالا۔ عربوں کی کہانی اور ان کا براعظم ایشیا، یورپ اور افریقہ میں نہایت تیزی سے پھیلاؤ اور نہایت اعلیٰ تہذیب اور ثقافت کو قائم کرنا دنیا کے عجائبات میں سے ہے۔

اسلام ہی وہ نئی طاقت یا نظریہ تھا جس نے عربوں کو بیدار کیا اور ان میں خود اعتمادی اور بے پناہ طاقت کو پیدا کر دیا۔ یہ وہ مذہب تھا جو نبی پیغمبر محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو ۵۷۰ء میں مکہ میں پیدا ہوئے نے جاری کیا۔ آپ ابتداء میں ایک خاموش اور الگ تھلگ زندگی بسر کرنے والے تھے۔ آپ کے ہم وطن آپ سے محبت کرتے اور آپ پر بھروسہ رکھتے تھے

اور آپ کو "الامین" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ لیکن جب آپ نے اس نئے مذہب کی تبلیغ شروع کی بالخصوص جب آپ نے مکہ کے بتوں کے خلاف آواز اٹھائی تو آپ کی مخالفت شروع ہوگئی اور بالآخر آپ کو مکہ سے نکال دیا گیا اور بمشکل آپ کی جان بچی۔ آپ نے سب سے بڑھ کر یہ دعویٰ کیا کہ خدا صرف ایک ہے اور محمد اس کے پیغامبر ہیں"۔

(۹)

اخوّتِ اسلامی

"اسلام نے عربوں کو اخوّت کا پیغام دیا یعنی تمام مسلمانوں کی مساوات کا۔ اسی طرح جمہوریت کا طریق لوگوں کے سامنے رکھا گیا۔ اس زمانہ کی بگڑی ہوئی عیسائیت کے مقابل پر اخوّت کے پیغام نے ضرور لوگوں کو اپیل کی ہوگی۔ نہ صرف عربوں کو بلکہ بہت سے دیگر ممالک کے باشندوں کو بھی جہاں مسلمان گئے۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ۶۳۲ء میں وفات پائی۔ ہجرت کے بعد دس سال کے عرصہ میں آپ مختلف برسرِ پیکار قبیلوں کو ایک قوم میں متحد کرنے میں کامیاب ہوگئے اور آپ کے ذریعہ سے عرب ایک خاص مقصد کے لئے جوش سے بھر گئے"۔ (ص ۱۴۲)

(برکات احمد راجیکی بی اے۔ قادیان)

(۱۰)

بائیبل کے صحیفوں کی حیثیت

سکاٹ لینڈ کے نامور پروفیسر ڈاڈز صاحب ڈی۔ڈی ایپنی کتاب "تحقیق بائیبل" میں فرماتے ہیں :۔

(الف) "پرانے عہد نامہ کے مصنفوں میں سے ہر ایک مصنف اپنے ملہم ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا"۔

(ص ۸۰۔ سطر ۳)

(ب) "بائیبل میں ایسی کتابیں ہیں جن کی نسبت ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ کسی نبی یا رسول یا کسی اور مقرر کئے ہوئے شخص کی لکھی ہوئی ہیں۔ مثلاً پہلی اور دوسری تواریخ، آستر، ایوب اور واعظ کوئی نہیں جانتا کہ ان کتابوں کو کس نے لکھا"۔

("تحقیق بائیبل" ص ۲۸ مطبوعہ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور ۱۹۱۱ء)

(محمد اعظم اکسیر بھیروی)

(۱۱)

محمد بن تغلق اجرائے نبوت کے قائل تھے؟

"ایک روایت شیخ عبدالحق محدث نے "اخبار الاخیار" میں نقل کی ہے :۔

"محمد بن تغلق در ایام غرور سلطنت خود گفته بود که فیض خدا منقطع نیست چرا باید که فیض نبوت منقطع باشد و اگر کسے حالا دعوی پیغمبری بکند معجزه نماید تصدیق کنید یا نه؟

ترجمہ :۔ اپنے غرورِ سلطنت کے ایام میں محمد تغلق نے کہا تھا کہ فیضِ خدا منقطع نہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نبوت کا فیض منقطع ہو جائے اور اگر کوئی شخص اس وقت بھی دعویٰ پیغمبری کرے اور معجزہ دکھائے کیا اس کی تصدیق کروگے یا نہیں؟" (یعنی ضرور کروگے) (ص ۲۰۰-۲۰۱ بحوالہ "آبِ کوثر" از شیخ محمد اکرام ایم۔اے مطبوعہ فیروز سنز لاہور ۱۹۵۲ء)

(محمد اسد اللہ قریشی کاشمیری)

آل عمران ع

البیان

قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ، مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا

اے نبی تو کہہ دے کہ اے اہل کتاب! آؤ ایسے فیصلہ پر عمل پیرا ہو جائیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان

وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْــًٔا

یکساں طور پر مسلّم ہے اور وہ یہ کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں

وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ

اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ تعالیٰ کے سوا رب قرار نہ دے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○

اگر اہل کتاب اس مسئلہ سے پیٹھ پھیر لیں تو اے مسلمانو! تم اعلان کر دو کہ اے لوگو! گواہ رہو ہم یقیناً اللہ تعالیٰ کے پورے پورے فرمانبردار ہیں۔ لہ

تفسیر:۔

لہ اس آیت کریمہ میں اس بات کی دعوت دی گئی ہے کہ مختلف ادیان میں جو امور تسلیم شدہ ہیں ان کو بنائے **اتحاد** بنا کر اتفاق کی راہ پیدا کی جاسکے۔ خدا تعالیٰ کی عبادت اور اس کی ذات پر ایمان کا عقیدہ سب مذاہب کا **اجتماعی** عقیدہ ہے۔

اہل کتاب کے لغوی معنے "کتاب والے لوگوں" کے ہیں۔ کتاب سے مراد اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت ہے۔ جو قومیں کسی شریعت کو منزل من اللہ مانتی ہیں وہ بہرحال اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتی ہیں اور اس کی عبادت کو فرض جانتی ہیں۔ **اہل کتاب** کا لفظ اصطلاحی طور پر یہود و نصاریٰ یعنی تورات کی شریعت کے متبعین کیلئے مستعمل ہوا ہے۔

آجکل روس کی **الحادی تحریک** کے مقابلہ کیلئے یورپ و امریکہ میں کہا جا رہا ہے کہ مشرق و مغرب کی خدا پرست قوموں کو متحد ہو جانا چاہیئے مگر قرآن مجید نے حقیقی دعوتِ اتحاد کی بنیاد آج سے چودہ سو سال پیشتر رکھ دی تھی۔ یہ ایک اصول کا ذکر ہے اسی کی روشنی میں مسلمان کہلانے والے بھی باسانی باہم متحد ہو سکتے ہیں۔ یعنی کم از کم ان تمام امور میں متفق

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ

اے اہل کتاب! تم حضرت ابراہیم کے بارے میں کس بنا پر جھگڑا کرتے ہو؟ واقعہ یہ ہے کہ

اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ

تورات اور انجیل تو حضرت ابراہیم کے بعد نازل کی گئی ہے۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا

کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ ۲؎ خبردار! تم وہ لوگ ہو کہ ان امور میں بھی حقیقت کو جانے بغیر باہم جھگڑا

لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ

کرتے رہے ہو جو تمہارے دائرۂ علم میں تھے۔ اب تمہیں ان امور کے متعلق جھگڑا کرنے سے کیا فائدہ ہوگا جو تمہارے احاطۂ علم سے ہی باہر ہیں

ہوں جو سب فرقوں کے ہاں یکساں مسلّم ہیں اور اختلافی امور رواداری اور باہمی مفاہمت سے طے کر لیں۔

۲؎ یہود و نصاریٰ کے نامناسب جھگڑوں کی ایک مثال ذکر فرمائی ہے کہ یہودی شدّومد سے دعویدار ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ یہودی تھے اور عیسائی پورے زور سے کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ عیسائی تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے نزدیک یہودیت کی بنیاد تورات پر ہے اور عیسائیت کا آغاز انجیل سے ہوا ہے۔ اور یہ دونوں صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد اُترے ہیں اسلئے یہود اور نصاریٰ کا دعویٰ بے بنیاد ہے۔ فرمایا کہ مذہبی جھگڑوں میں بھی عقل سے کام لینا ضروری ہے۔

۳؎ جو افراد یا قومیں ان معاملات کا علمی فیصلہ کرنے سے بھی عاجز ہوں جو اُن کی علمی پہنچ کی حد تک ہیں اور صدیوں سے ان امور کے متعلق ان کے باہمی اختلافات جاری ہوں ان کو الٰہیات کے ان امور کے متعلق فیصلہ کن دعویٰ کا حق ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا جو اُن کے احاطۂ علم سے ہی باہر ہیں۔ کتنی معقول بات ہے مگر کتنے لوگ ہیں جو اسے اختیار کرتے ہیں۔

اس میں اس اصل کی طرف توجہ دلائی ہے کہ پورے علم کے بغیر کسی امر میں دعویٰ اور تحدّی کرنا صرف جہالت کا ثبوت اور رسوائی کا ذریعہ ہے نیز اور اگر مذہبی لوگ اس اصل پر عمل پیرا ہو جائیں تو بہت سے اختلافات اور جھگڑے خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔

۴؎ یہودی، عیسائی اور عرب کے مشرک، تینوں جماعتیں دعویدار تھیں کہ حضرت ابراہیمؑ ہمارے مسلک کے پیروکار تھے۔ ان کا باہم اختلاف ہی دلیل ہے کہ وہ سارے اپنے دعویٰ میں حق پر نہیں ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے بلکہ ابوالانبیاء تھے اسلئے وہ اعتقادی اور عملی طور پر کامل انسان تھے اسلئے نہ وہ مشرک ہو سکتے ہیں اور نہ ہی یہود کی تفریط اور نصاریٰ کی افراط کے پیروکار ہو سکتے ہیں۔ وہ تو موحد

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ

اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ۔ ۴ حضرت ابراہیم نہ

يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ط

یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ وہ ہر قسم کی افراط و تفریطِ اعتقادی سے پاک (حنیف) اور عمل میں خدا کے

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ

کامل فرمانبردار (مسلم) تھے ۔ مشرکوں میں سے نہ تھے ۔ ۵ حضرت ابراہیمؑ سے قریب ترین وہ لوگ تھے

لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ط

جو آپ کے زمانہ میں آپ کے متبع تھے نیز یہ نبیؐ اور وہ لوگ جو اس پر ایمان لاتے ہیں ۔

اور عملی طور پر احکامِ خداوندی کے پورے فرمانبردار ہی ہو سکتے ہیں ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہی صحیح مقام ہے ۔

۵ فرمایا کہ ابراہیمؑ سے تعلق محض ان کی اتباع اور ان کے طریقِ کار کی پیروی سے ہو سکتا ہے ۔ اسلئے محض جسمانی طور پر حضرت ابراہیمؑ کے جانشین ہونے کے دعویدار غلطی پر ہیں ۔ حضرت ابراہیمؑ کے ساتھی اور قریبی تو وہ لوگ ہیں جو پہلے حضرت ابراہیم کے طریق کی پیروی کرتے رہے ہیں ۔ اور آج یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ماننے والے اسی طریق پر گامزن ہیں ۔ پس یہی لوگ حضرت ابراہیمؑ کے قریبی ہیں ۔ پیروی کے بغیر محض خاندانی رشتہ داری کا دعویٰ ناقابلِ قبول ہے ۔ خدا کے ہاں اس کا کچھ وزن نہیں ۔

۶ اہلِ کتاب کی ایک جماعت مسلمانوں کے وجود کو ختم کرنے کے درپے تھی ۔ انہوں نے اپنا یہی نصب العین قرار دے رکھا تھا کہ مسلمانوں کو ان کے مذہب سے برگشتہ کیا جائے ۔ فرمایا اسلام تو عین ہدایت ہے اس سے برگشتہ ہونا صریح ضلالت ہے ۔ یہ لوگ خواہش رکھتے ہیں کہ تمہیں گمراہ کر دیں ۔ اضلال کے ایک معنے ہلاک کرنے کے بھی ہوتے ہیں ۔ اہلِ کتاب مسلمانوں کی بربادی کے متمنی تھے ۔ فرمایا کہ مسلمانوں پر اہلِ کتاب کی اس خواہش کا کوئی اثر نہ پڑے گا ۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت پر قائم رکھے گا اور وہ کامیاب ہوں گے اسلئے اہلِ کتاب کی کوشش اور خواہش کا اثر اُن پر ہی پڑے گا ۔ وما کید الکافرین الّا فی تباب ۔

۷ یہود و نصاریٰ اور دیگر مذہبی اقوام کو توجہ دلائی ہے کہ خدا ترسی سے کام لیں اور مشہود و محسوس نشاناتِ سماویہ تک کے انکار پر کمربستہ نہ ہو جائیں ۔ کیونکہ اس قدر زیادتی خدا کے غضب کو بہت جلد بھڑکانے والی ہوتی ہے ۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ اے اہلِ کتاب ! تم مخلوقِ خدا کو گمراہ کرنے کے لئے حق و باطل کو خلط نہ کرو ، نیز حق کے اخفاء سے کام نہ لو ۔ یعنی اس نبی کے بارے میں تمہاری کتابوں میں جو پیشگوئیاں ہیں اُن کو مت چھپاؤ ۔ جان بوجھ کر ایسا کام کرنے والا سخت مجرم ہے ✽

وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

اللہ تعالیٰ ایمانداروں کا دوست اور مددگار ہے ۔شه اہل کتاب کا ایک گروہ چاہتا ہے کہ

لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا

کاش وہ تم کو گمراہ کرسکیں ۔ مگر درحقیقت وہ اپنے جیسوں یا اپنے آپکو ہی گمراہ کرسکتے ہیں انہیں

يَشْعُرُوْنَ ○ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

شعور حاصل نہیں ۔لله اے اہل کتاب! تم آیاتِ الٰہیہ کا کیوں انکار کرتے ہو

وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ○ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ

حالانکہ تم ان کا مشاہدہ کررہے ہو ۔شه اے اہل کتاب تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں

بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ ع ۸ ۱۵

ملاتے ہو اور حق کو کیوں چھپاتے ہو حالانکہ تم اس بات کو خوب جانتے ہو ۔شه

شه دین کے لئے اہل علم کی بڑی ذمہ داری ہوتی ہے ۔ ان کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے علم کے مطابق عمل کریں ورنہ وہ زیادہ گرفت کے نیچے ہوتے ہیں اور لوگوں کو دین اور مذہب پر اعتراض کرنے کا موقعہ مل جاتا ہے ۔ دوسرا فرض ان کا یہ ہوتا ہے کہ دوسرے لوگوں کے سامنے دین کی باتیں اور کتاب اللہ کی پیشگوئیاں صاف صاف اور واضح طور پر بیان کریں ۔ اگر وہ اخفاء اور کتمان سے کام لیں تو اُن پر دوسرے گمراہ ہونے والے عوام کی بھی ذمہ داری ہوتی ہے ۔ آیت کے فقرہ وانتم تعلمون میں اسی طرف توجہ دلائی گئی ہے ۔

ذکر و فکر

اسلام میں نجات کا آسان راستہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات کی حکمت و فلسفہ

(از جناب شیخ مبارک احمد صاحب رئیس التبلیغ مشرق افریقہ)

بہت سی چھوٹی چھوٹی نیکیاں ہیں جنہیں ہم اس وجہ سے نظر انداز کر جاتے ہیں کہ وہ معمولی ہیں، ادنیٰ ہیں اور ان کے لئے ہمیں خاص اہتمام نہیں کرنا پڑتا۔ بہت لوگ جو اس فکر میں تو رہتے ہیں کہ ہمیں کسی بڑی نیکی کے کرنے کی توفیق ملے یا ہم کوئی بڑا کارنامہ انجام دیں مگر بسا اوقات انہیں کسی خاص کارنامے یا کسی بڑے اہم کام یا بڑی نیکی کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ اگر ہوتی بھی ہے تو کئی ایک وجوہ ریاء، خود غرضی یا کسی اور وجہ کی بنا پر وہ نیکی ناقص یا ادھوری رہ جاتی ہے اس کے برعکس بہت سی چھوٹی چھوٹی نیکیاں ایسی ہیں جو اگر کسی وقت کسی وجہ سے رد بھی کر دی جائیں تو بھی اپنی کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے ایسی ہوتی ہیں کہ ان میں انسان دوسرے اوقات میں کامیاب ہو جاتا ہے اور جب ان کا ایک بڑا ذخیرہ ہو جاتا ہے تو اس ذخیرہ کے باعث اس کی نیکیوں کا پلڑا ایسا بھاری ہو جاتا ہے کہ بدیاں گو اس کے حساب کتاب میں درج بھی ہوں تو بھی بوجہ ان کے پلڑا کے ہلکا ہونے کے قرب الٰہی کے حصول میں روک نہیں بن سکتیں۔ بلکہ ان معمولی معمولی نیکیوں کی کثرت کے طفیل انسان خدا کے حضور سرخروئی کے ساتھ حاضر ہوتا اور مقبولیت کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہر ایک نیکی کی راہ اختیار کرو نہ معلوم تم کس راہ سے بخشے جاؤ۔ پس ایسی نیکیوں کی راہ جو ادنیٰ اور بظاہر معمولی اور چند لمحات میں بجا لائی جا سکتی ہیں کو بھی اختیار کرنا ضروری ہے تا اگر بڑی نیکیوں کے بجا لانے کی توفیق سے کسی وجہ سے محروم رہیں تو ان ادنیٰ اور چھوٹی چھوٹی نیکیوں کو کثرت سے بجا لا کر نیکیوں کے پلڑا کو بھاری کر لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ ارشاد فرمایا تھا کہ نماز کے بعد تسبیح و تحمید کر لیا کریں تو اس سے یہ بھی مقصود تھا کہ اگر بعض لوگ اپنے حالات یا مقدرت یا وسعت کی وجہ سے بڑی نیکیوں کو انجام دے لیں تو تم ان چھوٹی چھوٹی نیکیوں کو انجام دے کر اپنی کمی کو پورا کر لو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ کلام اور سنت مطہرہ سے ہمیں بے شمار اس قسم کی نیکیوں کا پتہ لگتا ہے جو بہت ہی چھوٹی ہیں اور بظاہر معمولی اور ادنیٰ نظر آتی ہیں اور ایسی ہیں کہ جو چند منٹوں میں بلکہ سیکنڈوں میں بجا لائی جا سکتی ہیں لیکن اپنے اجر اور ثواب اور بدلہ کے لحاظ سے بہت ہی اہمیت رکھتی ہیں اور ان کے بجا لانے پر کسی قسم کا خاص خرچ یا بوجھ برداشت نہیں کرنا پڑتا۔ ہر چھوٹا بڑا، غریب، فقیر، امیر، محتاج، بادشاہ، مسکین، مرد و عورت، بچہ اور جوان بلکہ کمزور اور بوڑھے تک بھی انہیں آسانی کے ساتھ انجام دے سکتے ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ اذان سننے پر اگر یہ دعا پڑھی جائے کہ اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ تو اس دعا پڑھنے والے کے لئے حضورؐ کی شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔ یہ دعا بڑی آسانی کے ساتھ اگر خاص توجہ سے بھی پڑھی جائے تو ایک آدھ منٹ میں پڑھی جا سکتی ہے مگر پڑھنے والے کے متعلق ایک تو یہ اثر ہوتا ہے کہ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص محبت ہے دوسرے حضورؐ کے فرمان پر اُسے کامل یقین ہے۔ اس یقین اور محبت سے جب یہ دعا پڑھی جاتی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو جذب کر لیتی ہے۔ روزانہ پانچ دفعہ اذان دی جاتی ہے اگر کسی انسان کو اس کی مشغولیت یا مصروفیت یا دیگر کاروباری حالات کی وجہ سے روزانہ پانچ بار نماز کے لئے اذان سننے کا موقعہ نہ بھی ملے ہفتہ میں ایک ہی بار ملے اور توجہ اور محبت اور جذبہ سے ہفتہ میں ایک بار ہی یہ دعا پڑھ لیا کرے اور اگر اس کی عمر ستر یا اسی سال کی ہے تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اُسے سال میں پچاس بار اور ستر یا اسی سال کی عمر میں سے ہوش و حواس کی عمر ساٹھ یا پچاس سال کی بھی ہو تو پھر بھی کم از کم ۲۵۰۰ بار اُسے یہ دعا پڑھنے کا موقعہ مل جائیگا اور صادق و مصدوق کی شفاعت کا وہ مستحق ہو جائے گا۔ اور جب ایک مخلص مومن کو یہ علم ہوگا کہ اس دعا کے پڑھنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اُسکے لئے واجب ہو جاتی ہے تو وہ کوشش کرے گا کہ یہ ایک دو منٹ میں پڑھی جانے والی دعا، یہ چند لمحات میں ادا ہونے والی قومی نیکی وہ روزانہ کئی کئی بار اذان سُن کر بجا لائے تا اگر کسی وقت کی دعا کسی وجہ سے رد بھی ہو جائے تو دوسرے اوقات کی دعا قبولیت کا جامہ پہن لے اور وہ سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو حاصل کرنے والا بن جائے۔ اب بظاہر یہ ایک معمولی سی بات ہے اور اکثر اوقات ہم اپنی غفلت یا بے توجہی سے نظرانداز کر دیتے ہیں لیکن ثواب بدلہ اور انجام کے لحاظ سے یہ کس قدر پُرتاثیر نیکی ہے اور روزمرہ انجام دینے سے ہم اپنی نیکیوں کے ذخیرہ کو کس قدر ترقی دے سکتے ہیں۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اور میرے لئے رحمت کی دعا مانگتا ہے خدا تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے۔ اگر توجہ و اخلاص اور محبت کے جذبہ سے درود شریف پڑھا جائے اور اس کے لئے خاص وقت اور محنت کی بھی ضرورت نہیں۔ گھروں سے بازار جاتے، کاروبار کے لئے جاتے ہوئے، دفتروں کو جاتے ہوئے اور آتے ہوئے خاموشی کے ساتھ درود شریف پڑھتے جائیں تو دس پندرہ منٹ میں جو بیس منٹ میں انسان ایک سو مرتبہ درود شریف پڑھ لیتا ہے۔ کسی وقت خلوت میں یا خاص گھڑیوں میں درود شریف پڑھا جائے اور انسان کے لئے چند منٹ بھی میسر آ جائیں تو بھی متعدد مرتبہ درود شریف پڑھا جا سکتا ہے۔ کم از کم اگر انسان روزانہ آتے جاتے اور مختلف اوقات میں ۱۰۰ بار درود شریف پڑھے جو صرف پندرہ بیس منٹ کا ذکر ہے تو ۱۰۰۰ بار خدا تعالیٰ کی رحمتوں کے حاصل کرنے کا مستحق ہوتا ہے۔ اسی طرح ہفتوں اور مہینوں اور سالوں میں لاکھوں اور کروڑوں مرتبہ خدا کی رحمت کو انسان حاصل کر لے گا۔ ہر بار کا درود ایک زبردست نیکی ہوگا۔ یہ لاکھوں اور کروڑوں نیکیاں اس کے حساب میں لکھی جائینگی اور جب نیکی و بدی کے حساب کا دن ہوگا تو ان بظاہر چھوٹی چھوٹی نیکیوں کے باعث اس کے حساب میں جب لاکھوں اور کروڑوں اور اربوں اس قسم کی نیکیاں ہوں گی تو اسکی

نیکیوں کی میزان اتنی بھاری ہو جائے گی کہ بدیاں، غفلتیں اور خطائیں حصولِ جنت میں روک نہ بن سکیں گی۔ بلکہ اِنَّ الحسنٰتِ یُذْھِبْنَ السیّاٰت کے مطابق اس کی بدیاں اور غلطیاں محو کر دی جائیں گی۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص پوری طرح وضوء کرے اور پھر وضوء کرنے کے بعد اشھد ان لا الٰہ اِلّا اللہ و اشھد انّ محمّداً عبدہ و رسولہٗ پڑھے تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ اب مسجد جانے کی نیکی کے ساتھ وضوء اور تشہد پڑھنے کی نیکی جو اتنی ہلکی ہے کہ ایک منٹ کے اندر انسان بڑی خوبی اور توجہ کے ساتھ پڑھ لیتا ہے۔ اگر صرف فرض نمازوں کو ہی ادا کیا جائے اور ان فرض نمازوں کے لئے وضوء کیا جائے اور ہر وضوء کے بعد یہ کلمات توجہ سے پڑھ لئے جائیں تو ایک ماہ میں ۱۵۰ نیکیاں ہو جاتی ہیں۔ ایک سال میں اٹھارہ ہزار اور اگر ہوش و حواس کی عمر پچاس سال کی بھی نصیب ہو جائے تو یہ نو لاکھ نیکیاں بن جاتی ہیں۔ یہ اسلام کا کس قدر احسان ہے۔ انسان ایک طرف بے حد کمزور اور ناتوان کہ ہر وقت غلطی اور خطاء کا مرتکب ہو جائے مگر اس کے ساتھ ہی اس کی خطاؤں اور غلطیوں کے ازالہ کیلئے آسان، ارزاں اور چھوٹی چھوٹی نیکیوں کے اس قدر راستے کھول دیئے ہیں کہ آدمی کسی وقت بھی رحمتِ الٰہی سے مایوس نہیں ہو سکتا سوائے اس کے کوئی ازلی بدبخت ہو۔ ورنہ معمولی فکر و عقل کا انسان بھی تھوڑی سی توجہ سے اپنے لئے بے شمار نیکیوں کا ذخیرہ جمع کر لیتا ہے۔ وہ ان نیکیوں کی بدولت بے شمار خطاؤں اور کوتاہیوں کو کالعدم قرار دے سکتا ہے۔ اب وضوء کے بعد یہ کلمات پڑھنے پر نہ کچھ خرچ ہوتا ہے نہ خاص وقت لگتا ہے نہ بہت محنت کرنی پڑتی ہے لیکن خدا کے محبوب اور الامین کا یہ فرمان ہے کہ جو کوئی ان کلمات کو بعد وضوء پڑھے گا اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کلمتان خفیفتان علی اللسان کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ زبان کے لئے ان کا ادا کرنا بڑا ہی آسان ہے ثقیلتان فی المیزان لیکن ثواب و اجر کے میزان میں وہ بڑے بھاری ہیں۔ بظاہر یہ کتنی چھوٹی سی بات ہے اور کتنی ہی معمولی نیکی ہے جس کے بجا لانے کے لئے کوئی مشقت، کوئی قربانی، کوئی تکلیف برداشت نہیں کرنی پڑتی۔ اور اگر تھوڑی سی بھی توجہ ہو تو انسان دسیوں کیا سینکڑوں بار ان کلمات کو پڑھ سکتا ہے۔ مگر خدا کا نبیؐ فرماتا ہے کہ بلحاظ وزن کے یہ بہت بھاری ہیں۔ پس جس شخص کی نیکیوں کے پلڑے میں یہ جواہرات ہوں گے اس کی ترازو کس قدر وزنی ہو جائے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق آپ کے اکثر صحابہ نے بیان فرمایا اور ہم نے آپ سے متعدد مرتبہ اپنے کانوں سے سنا کہ حضورؑ بڑی کثرت سے ان پاکیزہ ہلکے پھلکے کلمات کو پڑھا کرتے۔ آپ ان کی قیمت سے واقف تھے۔ آپ کو معلوم تھا کہ خدا کے محبوب نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمودہ ہے کہ ان کا وزن بہت بڑا ہے۔ اور وہ کلمات یہ ہیں سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔

الغرض اس قسم کی متعدد ایسی چھوٹی چھوٹی نیکیاں ہیں جن کو اگر ہم اپنی غفلت سے ضائع نہ کر دیں تو ایک بڑا ہی قیمتی ذخیرہ اپنی عاقبت کے لئے جمع کر سکتے ہیں۔ اور یہ ذخیرہ ایسا مبارک ہوگا کہ ہمیں خدا تعالےٰ کے حضور عزت و آبرو کی زندگی بخشے گا۔ لیکن اگر ہم اس خیال میں بیٹھے رہیں کہ ہم تو کوئی بڑی نیکی ہی کریں گے، کوئی بڑا کارنامہ ہی سرانجام دیں گے تو ہو سکتا ہے کہ اسی خیال میں وقت گزر جائے

اور کسی بدقسمتی سے بڑی نیکی کو بجا نہ لاسکیں اور چھوٹی چھوٹی نیکیاں بڑی نیکی کے بجا لانے کے خیال میں ضائع کردیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اگر ہم ان چھوٹی چھوٹی نیکیوں کو قیمتی موتی سمجھ کر دونوں ہاتھوں سے عزت و تکریم کے ساتھ لینے کی کوشش کریں اور توجہ کے ساتھ ان کی قدر و قیمت کو پہچان کر ان کو عملی جامہ پہنانا شروع کردیں تو بڑے بڑے کارناموں کے بجا لانے کی بھی توفیق مل جاتی ہے۔ بلکہ ان چھوٹی چھوٹی نیکیوں کا اتنا بڑا ذخیرہ بن جاتا ہے کہ خود اپنی ذات میں ایک بڑا عظیم الشان کارنامہ ہوجاتا ہے۔ ہمیں اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے کہ ان نیکیوں کو ادنیٰ نہ خیال کریں اور نہ انہیں چھوٹا سمجھ کر ضائع کریں۔ تا ہماری نیکیوں کا اتنا عظیم الشان ذخیرہ ہوجائے کہ وہ ہماری عاقبت کو نیک بنانے کا موجب ہوجائے ؛

ایک نہایت لطیف الزامی جواب

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی ایک نیک دل اور غیور فرزند اسلام تھے "کمالات عزیزی" میں آپ کی **غیرت دینی** اور **حاضر جوابی** کا ایک واقعہ بایں الفاظ درج ہے :-

"ایک پادری صاحب دہلی میں واسطے مباحثہ کے آئے۔ مسٹر منکف صاحب بہادر ایجنٹ گورنر نے پادری صاحب سے کہا کہ شرط مقرر کرنی چاہیئے۔ جو کوئی دونوں میں ہار جائے گا اس سے دو ہزار روپے لئے جائیں گے۔ اگر مولوی صاحب ہار گئے تو میں دوں گا کیونکہ واسطے کہ وہ فقیر ہیں۔ اور پادری صاحب کو مولوی صاحب کی خدمت میں لائے اور سب حال بیان کیا۔ بعدہ پادری صاحب نے کہا کہ **ہم سوال کرتے ہیں** اور جواب اس کا معقول چاہتے ہیں منقول نہ ہو۔ جب یہ بات ٹھہر گئی تو پادری صاحب نے سوال کیا کہ تمہارے پیغمبر حبیب اللہ ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں! پادری صاحب نے کہا کہ تمہارے پیغمبر نے بوقت قتل امام حسینؓ فریاد نہ کی —— حالانکہ حبیب کا محبوب زیادہ تر محبوب ہوتا ہے خدا تعالیٰ ضرور توجہ فرماتا۔

جناب مولانا صاحبؒ نے (باقی کالم اول پر)

جواب دیا۔ کہ پیغمبر صاحب واسطے فریاد کے جو تشریف لے گئے پردۂ غیب سے آواز آئی کہ ہاں تمہارے نواسہ پر قوم نے ظلم کرکے شہید کیا لیکن ہم کو اس وقت **اپنے بیٹے عیسےٰ کا صلیب پر چڑھانا یاد آیا ہوا ہے** اس سبب سے پیغمبر خاموش ہو رہے۔

پادری صاحب معقول ہوئے اور دو ہزار روپے بابت شرط کے ادا کئے۔"

(کمالات عزیزی بحوالہ رسالہ پیام مشرق لاہور جون ۱۹۶۱ء صفحہ ۳)

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ اسلام کے پرانے سچے خادم اسلام دفاع کیلئے الزامی جواب کو جائز سمجھتے تھے اور اسلام کی عزت کی حفاظت کو سب سے مقدم رکھتے تھے ؛

عیسیٰؑ کی بھارت یاترا

(ہندی رسالہ سے ترجمہ از جناب چودھری عبدالواحد صاحب بی۔ اے ربوہ)

["عیسیٰؑ کی بھارت یاترا" (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہندوستان میں سیاحت) کے عنوان کے تحت بمبئی (بھارت) سے شائع ہونے والے ایک کثیر الاشاعت ماہوار ہندی رسالہ **نونیت** (یا ہندی ڈائجسٹ) بابت ماہ دسمبر ۱۹۶۰ء میں جناب گیا چندر ایم۔ اے ریسرچ سکالر کی طرف سے ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ ذیل میں اس مضمون کا اردو ترجمہ پیش ہے:۔]

"اہنسا کو ہی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی بنیاد ماننے والے عیسیٰ مسیح کی پیدائش آج سے لگ بھگ دو ہزار برس قبل ہوئی تھی۔ اس سے بھی لگ بھگ ۵۰۰ برس پہلے بھارت میں بدھ اور مہادیو پیدا ہو چکے تھے اور ان دونوں نے بھی اہنسا پر اتنا ہی زور دیا تھا۔ واقعات کے تسلسل کو دیکھتے ہوئے اس سوال کا پیدا ہونا لازمی ہے کہ کیا کسی طرح عیسیٰ کو بھارت کے فلسفہ سے تعارف ہو چکا تھا؟

اس سوال کا ذکر اڑیسہ کے مشہور فاضل اور سماج سیوک ڈاکٹر لکشمی نارائن ساہو نے ۱۹۵۹ء میں شائع شدہ اپنی کتاب "اڑیسہ" میں کیا ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ وہائٹ لین وال سل (انگلینڈ) کے رہنے والے جان ہانڈ ٹیلر نامی ایک دوست نے جنوری ۱۹۲۲ء میں ان سے پوچھا تھا کہ کیا اڑیسہ میں راون نام کا کوئی راجہ ہوا ہے جو عیسیٰ کا ہمعصر تھا؟ کہا جاتا ہے کہ وہ راجہ راون فلسطین آیا تھا اور ناصرہ شہر کے عیسیٰ کو اپنے ملک (اڑیسہ) لے گیا تھا تاکہ عیسیٰ کو برہمن دھرم کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا موقع مل سکے۔

اس امر کا تفصیلی جائزہ لینے کے لئے ڈاکٹر ساہو آگے لکھتے ہیں:۔

"عیسیٰ کے اڑیسہ آنے کا کچھ تو ثبوت آج ہمیں میسر ہے لیکن اس وقت یہاں کا راجہ کون تھا یہ اب بھی معلوم نہیں"

حقیقتاً عیسیٰ کے حالات زندگی میں ان کے ۱۸ سے لے کر ۳۰ برس تک کی عمر کی مدت ایک نامعلوم باب ہے اس کا کوئی ذکر عیسائی مذہب کے لٹریچر میں نہیں ملتا۔ ۱۸۸۸ء میں ترکی روسی جنگ کے بعد نکولس ناٹووچ نامی ایک روسی سیاح نے ایک تبتی ذریعہ کی بناء پر تاریخ کے اس حصہ پر روشنی ڈالی ہے۔ اس نے اپنی کتاب "عیسیٰ کی نامعلوم زندگی" میں بڑی دلچسپ باتیں لکھی ہیں ناٹووچ کا کہنا ہے کہ اس کی کتاب برف سے مستور تبت کی ایک غار کے ذخیرہ میں رکھی ہوئی ہاتھ سے لکھی ہوئی ایک قدیم کتاب پر مبنی ہے۔ ناٹووچ کے کہنے کے مطابق اس تبتی کتاب میں لکھا ہے کہ جب عیسیٰ ۱۳ برس کے ہوئے تو ان کے والد نے اسرائیلی روایات کے ماتحت انکی شادی کر دینا چاہی لیکن عیسیٰ کو یہ پسند نہیں تھا۔ وہ یروشلم کے سوداگروں کے ایک قافلہ کے ساتھ گھر سے نکل پڑے اور سندھ آ گئے۔ چودہ برس کی عمر میں ہی انکی مشہوری

شمالی سندھ میں کافی پھیل گئی اور جینیوں نے انہیں اپنے مذہب میں داخل کرنے کی کوشش کی۔

لیکن جلد ہی جینیوں کا ساتھ چھوڑ کر عیسیٰ اڑلیسہ میں جگن ناتھ دھام چلے گئے۔ وہاں کے پجاریوں نے بھی ان کا استقبال کیا اور انہیں وید کی تعلیم دی۔ عیسیٰ نے جگن ناتھ، راج گریہہ وارانسی وغیرہ مقامات میں چھ برس گزارے۔

تاریخ نویسوں کے سامنے یہ سوال درپیش ہے کہ کیا صلیب پر چڑھائے جانے کے بعد جلد عیسیٰ کی وفات نہیں ہوئی اور وہ فلسطین سے بھارت چلے آئے؟

مشہور روسی سوانح نگار نکولس روئرخ نے تبت، کشمیر، لداخ اور وسطی ایشیا کی وسیع پیمانہ پر سیاحت کی۔ ان سیاحتوں میں انہوں نے مسیح کے متعلق لوگوں میں کئی خیالات سُنے۔ ان کا ذکر انہوں نے Heart of Asia میں یوں کیا ہے:۔

"وہاں کے لوگوں نے مجھ سے کہا کہ
صلیب پر عیسیٰ مرے نہیں صرف بیہوش
ہوئے تھے۔ ان کے شاگرد ان کے جسم کو
اٹھا لے گئے۔ چھپا کر ان کا علاج کیا گیا۔
اس کے بعد عیسیٰ سری نگر پہنچائے گئے۔
کشمیر میں عیسیٰ وعظ کرتے رہے اور سری نگر
میں ہی ان کی وفات ہوئی۔ ان کی قبر ایک
مکان کی دیوار کے نیچے اب تک ہے۔
کہا جاتا ہے کہ اس پر یہ یادگاری الفاظ
لکھے بھی گئے ہیں کہ جوزف کے بیٹے عیسیٰ
یہاں دفنائے گئے ہیں۔"

لداخ کے دارالحکومت لیہ میں روئرخ نے پھر سُنا کہ وہاں بھی عیسیٰ آئے تھے۔ وہاں کے ہندو پوسٹ ماسٹر اور کئی لداخی بودھوں نے انہیں بتلایا کہ بازار سے تھوڑے فاصلہ پر ایک تالاب کے کنارے ایک درخت ہے۔ فلسطین جانے سے پہلے عیسیٰ نے اس درخت کے نیچے وعظ کیا تھا۔

کاشغر

روئرخ بتلاتے ہیں "کگر سے کچھ میل کے فاصلہ پر ایک "مریم مزار" ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ کی ماں مریم یہاں دفن ہے۔ عیسیٰ کے صلیب پر چڑھائے جانے کے بعد مریم بھاگ کر کگر آ گئی تھی اور وہیں ان کی وفات ہوئی۔ آج بھی اس مزار کی پوجا کی جاتی ہے۔"

غلط

اس تعلق میں عیسیٰ کے صلیب پر چڑھائے جانے کے بعد کا بائبل کا یہ بیان بھی قابلِ غور ہے کہ "سپاہیوں میں سے ایک نے اس کے جسم پر بھالا مارا اور اس میں سے فوراً لہو اور پانی نکلا۔"

عیسیٰ کی موت صلیب پر ہوئی یا نہیں اس تعلق میں سٹاک ہولم ٹڈنی فین (۲-اپریل ۱۹۵۰ء) میں ایک مضمون چھپا تھا۔ مضمون میں بتلایا گیا ہے کہ عیسیٰ کے جسم کو دفنانے سے پہلے جس کفن میں لپیٹا گیا تھا سائنسدانوں نے اس کا مطالعہ کیا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ اگر عیسیٰ مردہ حالت میں ایک گھنٹہ بھی صلیب پر رہے ہوتے تو برچھا مارنے سے ان کے جسم سے خون نہ نکلتا۔

عیسیٰ کے صلیب پر چڑھائے جانے کا ذکر قرآن شریف میں بھی آیا ہے۔ وہاں اس بارہ میں یہ ذکر ہے:۔

"ہم نے اللہ کے رسول مریم کے بیٹے
عیسیٰ کو مار ڈالا۔ لیکن تو ان لوگوں نے
اسے قتل کیا اور نہ ۔۔۔ ہی اسے
مار ڈالا۔ اور جو اس سے اختلاف
کرتے ہیں یقیناً شبہ کی حالت میں ہیں
وہ اپنے خیال کو یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے۔"

عیسیٰ کے کشمیر آنے کا "بھوشیہ پران" میں بھی ذکر آیا ہے۔ شک لوگ سندھو کو پار کر کے اور دوسرے

लेखक ने ईसा की भारत-यात्रा के जो प्रमाण प्रस्तुत किये हैं, वे संशयात्मक हो सकते हैं; किंतु यह तथ्य सर्वथा असंदिग्ध है कि, ईसा मसीह पर बुद्ध की शिक्षाओं का अमिट प्रभाव पड़ा। यह भी कह सकते हैं कि, ईसा के धर्मगुरु भगवान् बुद्ध ही थे।

ज्ञानचंद्र

अहिंसा को ही वैयक्तिक और सामूहिक जीवन-व्यवहार की मूलभित्ति घोषित करनेवाले ईसा मसीह का जन्म आज से लगभग दो हजार वर्ष पहले हुआ था। उससे भी लगभग ५०० वर्ष पूर्व, भारत में बुद्ध और महावीर का जन्म हो चुका था और उन दोनों ने भी अहिंसा पर उतना ही बल दिया था। इस घटना-क्रम को देखते हुए यह प्रश्न उठना सहज है कि, क्या किसी प्रकार ईसा को भारतीय दर्शन का परिचय प्राप्त हुआ था?

इस प्रश्न का उल्लेख उड़ीसा के प्रसिद्ध विद्वान् और समाज-सेवक डा० लक्ष्मीनारायण साहु ने १९४९ में प्रकाशित अपनी पुस्तक 'उड़ीसा' में किया है। वे बताते हैं ह्वाइटलेन, वालसाल (इंग्लैंड) के निवासी जान हाइड टेलर नामक सज्जन ने जनवरी १९३२ में उनसे पूछा था कि, क्या उड़ीसा में रावण नाम का कोई राजा हुआ है, जो ईसा का समकालीन था? कहा जाता है कि, यह राजा रावण फिलिस्तीन आया था और नजरेथ के ईसा को अपने देश (उड़ीसा) ले गया, ताकि ईसा को ब्राह्मण-धर्म के बारे में जानकारी प्राप्त करने का अवसर मिल सके।

इस विषय का विस्तृत विवेचन करके डा० साहु आगे लिखते हैं—"ईसा के उड़ीसा आने का कुछ तो प्रमाण आज हमें उपलब्ध है; पर उस समय यहाँ का राजा कौन था, यह अब भी अज्ञात है।"

वस्तुतः ईसा के जीवन-वृत्तांत में उनके १८ से लेकर ३० वर्ष तक की उम्र की अवधि एक अज्ञात अध्याय है। उसका कोई उल्लेख ईसाई धर्मग्रंथों में नहीं मिलता। १८८७ में तुर्की-रूसी युद्ध के बाद, निकोलस नाटोविच नामक एक रूसी यात्री ने एक तिब्बती सूत्र के आधार पर इतिहास के इस अंश पर प्रकाश डाला। उसने अपनी पुस्तक 'ईसा का अज्ञात जीवन' में बड़ी रोचक बातें लिखी हैं। नाटोविच का कथन है कि, उसकी पुस्तक तिब्बत की हिमश्री-गुम्फा के भंडार में रखे हुए एक प्राचीन हस्तलिखित ग्रंथ पर आधारित है। नाटोविच के

कथनानुसार इस तिब्बती ग्रंथ में लिखा है कि, जब ईसा १३ वर्ष के हुए, तो उनके पिता ने इसराइली परम्परा के अनुसार उनका विवाह कर देना चाहा; पर ईसा को यह पसंद नहीं था और वे यरुशलम के व्यापारियों के काफिले के साथ घर से निकल पड़े और सिंध आये। चौदह वर्ष की उम्र में ही उनकी ख्याति उत्तरी सिंध में काफी फैल गयी और जैनों ने उन्हें अपने सम्प्रदाय में दीक्षित करने का प्रयत्न किया।

लेकिन शीघ्र ही जैनों का साथ छोड़कर ईसा उड़ीसा में जगन्नाथ-धाम चले गये। वहाँ के पुजारियों ने भी उनका स्वागत किया और उन्हें वेद आदि की शिक्षा दी। ईसा ने जगन्नाथ, राजगृह, वाराणसी आदि स्थलों में छः वर्ष बिताये।

इतिहासज्ञों के सम्मुख यह प्रश्न उपस्थित है कि, क्या क्रूस पर चढ़ाये जाने के बाद तुरंत ईसा की की मृत्यु नहीं हुई और वे फिलिस्तीन से भारत चले आये।

विख्यात रूसी चित्रकार निकोलस रोरिख ने तिब्बत, कश्मीर, लद्दाख और मध्य-एशिया का विस्तृत पर्यटन किया। इन यात्राओं में उन्हें ईसा-विषयक अनेक लोक-विश्वास सुनने को मिले। इनकी चर्चा उन्होंने 'हार्ट आव एशिया' में यों की है:

"वहाँ के लोगों ने मुझसे कहा कि क्रूस पर ईसा मरे नहीं, केवल बेहोश हुए थे। उनके भक्त उनका शरीर उठा ले गये; छिपाकर उनकी चिकित्सा की गयी। उसके बाद ईसा श्रीनगर पहुँचाये गये। कश्मीर में ईसा उपदेश करते रहे और श्रीनगर में ही उनका निधन हुआ। उनकी कब्र एक मकान की नींव में अब तक है। कहा जाता है कि, उस पर यह स्मृति-लेख भी है कि, जोसेफ के पुत्र ईसा यहाँ दफनाये गये हैं।"

लद्दाख की राजधानी लेह में रोरिख ने फिर सुना कि, वहाँ भी ईसा आये थे। वहाँ के हिन्दू पोस्ट-मास्टर तथा अनेक लद्दाखी बौद्धों ने उन्हें बताया कि, बाजार से थोड़ी दूरी पर एक तालाब के निकट एक वृक्ष है। फिलिस्तीन जाने से पूर्व ईसा ने इस वृक्ष के नीचे उपदेश किया था।

रोरिख बताते हैं—"काश्गर से छः मील की दूरी पर एक 'मरियम मजार' है। कहा जाता है कि, ईसा की माँ मरियम यहाँ दफन हैं। ईसा के क्रूस पर चढ़ाये जाने के बाद, मरियम भागकर काश्गर आ गयीं और वहीं उनकी मृत्यु हुई। आज भी उस मजार की पूजा की जाती है।"

इस प्रसंग में ईसा के सूली पर चढ़ा

ईसा और कुमारियाँ

जामिनी राय की रचना की ओके-कृत अनुकृति

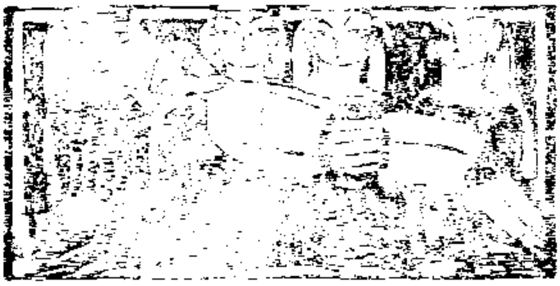

दिये जाने के बाद का बाइबल का यह वर्णन भी विचारणीय है—"सिपाहियों में से एक ने उसका पंजर बेधा और उसमें से तुरंत लोहू और पानी निकला।"

ईसा की मृत्यु क्रूस पर हुई या नहीं—इस सम्बंध में 'स्टाकहोम टिडिनिजेन' (२ अप्रैल १९५७) में एक लेख छपा था। लेख में बताया गया है कि, ईसा के शरीर को दफनाने के पूर्व जिस कफन में लपेटा गया था, उसका वैज्ञानिकों ने अध्ययन किया है और उनका कहना है कि, यदि ईसा मृत अवस्था में एक घंटा भी क्रूस पर रहे होते, तो बर्छा मारने से उनके शरीर में से खून न निकलता।

ईसा के क्रूस पर चढ़ाये जाने का उल्लेख कुरान शरीफ में भी आया है। वहाँ इस सम्बंध में यह उल्लेख है—"हमने ईश्वर के दूत मेरी के पुत्र ईसा को मार डाला। पर न तो उन लोगों ने उसे काटा और क्रूस पर ही उसे मार डाला। और जो उससे मतभेद रखते हैं, निश्चय ही शंका की स्थिति में हैं। वे अपने विचार को निश्चयपूर्वक नहीं कह सकते।"

ईसा के कश्मीर आने का 'भविष्य पुराण' में भी उल्लेख आया है :

शक लोग सिंधु को पार करके और अन्य मार्गों से हिमालय को लाँघकर आर्य देश में आये और उसे नष्ट-भ्रष्ट करने लगे। उसके कुछ समय बाद राजा शालिवाहन गद्दी पर बैठा। बहुत थोड़े समय में शालिवाहन ने शक, चीनी, तातार, बाह्लिक आदि को पराजित कर दिया।

एक दिन शालिवाहन हिमालय प्रदेश में गया। वहाँ वीन नामक स्थान पर उसने एक आदमी को देखा, जिसका रंग सफेद था और जो सफेद कपड़े पहने था। शालिवाहन को लगा कि, वही शकों का राजा है। उसने उस आदमी से पूछा कि, तुम कौन हो ? उसने उत्तर दिया—"मैं कुमारी का पुत्र हूँ। मैं सत्य भाषण करता हूँ और धर्म का परिष्कार करना चाहता हूँ।

फिर राजा ने उससे पूछा—"तुम्हारा धर्म क्या है ?" इस पर उस व्यक्ति ने उत्तर दिया—"हे राजन्, जब म्लेच्छ देश में सत्य का विलोप हो गया और दुष्प्रवृत्तियों की सीमा नहीं रह गयी, तो मैं वहाँ प्रकट हुआ। मेरे कार्यों से पापी और दुष्ट लोगों को कष्ट हुआ और मुझे भी उन लोगों के हाथों से कष्ट हुआ...प्रेम सत्य और हृदय की पवित्रता स्थापित करना हमारा धर्म है। इसीलिए मैं ईसा मसीह कहलाता हूँ।" राजा उसके प्रति आदर प्रकट करके चला आया।

ईसा के भारत-आगमन के विषय में ऊपर के प्रमाण विचारणीय हैं; क्योंकि ईसाई धर्म का प्रचलन सर्वप्रथम जिन देशों में हुआ, उसमें भारत भी एक है। ईसा के शिष्यों में संत टामस भारत चले आये और ईसा की प्रथम शताब्दी के मध्य में केरल में भारत-भूमि पर प्रथम ईसाई गिरजे की स्थापना हुई।

उजली छायाएँ

इस वर्ष के साहित्य-नोबेल-पुरस्कार के विजेता मूर्धन्य फ्रांसीसी कवि सें जॉ पेर्स का 'नवनीत'-परिवार हार्दिक अभिनंदन करता है और उनकी एक रस-स्रोतस्विनी कविता का हिन्दी रूपांतर श्री सत्यकाम विद्यालंकार के शब्दों में अपने सुज्ञ पाठकों के लिए प्रस्तुत करता है।

न जाने कौन-सी
हैं ये प्रेत छायाएँ,
जो असीम नीले सागर की
लहरों पर तैरती
आती हैं अंतर में।
न जाने किस लक्ष्य का–
जो मोहक है कामिनी से भी–
करने को शिकार
चढ़ाता हूँ मैं तीर प्रत्यंचा का
अपनी सिमटी गर्वों के धनुष पर,
किस सुदूर लक्ष्य का वेधन,
अभीष्ट है मुझे।
न जाने कोई तट है इस
विस्तीर्ण अभेद्य यामिनी का
या कोई द्वीप है अंतराल में इसके
कि,
जिसे वेधने को करता हूँ शर-संधान,
जिसके दुर्गम तिमिर जाल को,
भेदकर जाना है मेरे काम-शर को।
मेरे अबोध मन!
व्यर्थ है तेरा यह प्रयास
रहस्य-भेदन का।
स्वयं खुल जाते हैं इस भेद-भरे
अंधकार के द्वार;
और अपने ही अंतर में
छिपा शिकारी
हो जाता है स्वयं संन्यस्त,
उदासीन और विमुख;
इस प्रवंचना भरी शर-लीला से,
प्रेत छाया के आखेट से–
बदल जाती है यह विरक्ति,
यह विमुखता,
अनुराग के स्मित-हास में।
तब,
नीले सागर के वक्ष पर
फैली छायाएँ हो जाती हैं उज्ज्वल,
झिलमिल प्रकाश में।
और तब–
सागर के नीले विशाल वक्ष पर
तैरती हास्य-चंद्रिका
स्वयं प्रवेश कर जाती है
अंतराल में!

★

راستوں سے ہمالیہ کو عبور کر کے ہندوستان میں آ گئے اور اسے برباد کرنے لگے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد راجہ شالیواہن گدی پر بیٹھا۔ بہت تھوڑے عرصہ میں شالیواہن نے شک، چینی، تاتار، باہلیک وغیرہ کو شکست دیدی۔ ایک دن شالیواہن ہمالہ کے علاقہ میں گیا۔ وہاں وین نامی ایک مقام پر اس نے ایک آدمی کو دیکھا۔ جس کا رنگ سفید تھا اور جو سفید کپڑے پہنے تھا۔ شالیواہن کو معلوم ہؤا کہ وہ شکوں کا راجہ ہے۔ اس نے اس آدمی سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا میں کنواری کا بیٹا ہوں۔ میں صداقت کا وعظ کرتا ہوں۔ اور مذہب کی تطہیر کرنا چاہتا ہوں۔ پھر راجہ نے اس سے پوچھا "تمہارا مذہب کیا ہے؟" اس پر اس شخص نے جواب دیا "اے راجہ جب ملیچھ دیش میں سے صداقت غائب ہو گئی اور بُرے رجحانات کی کوئی حد نہ رہی تو میں وہاں ظاہر ہؤا۔ میرے کاموں سے گندے اور بُرے لوگوں کو تکلیف ہوئی اور مجھے بھی ان لوگوں کے ہاتھوں دُکھ پہنچا۔۔۔۔ محبت، صداقت اور دل کی پاکیزگی کو قائم کرنا ہمارا مذہب ہے اس لئے میں عیسیٰ مسیح کہلاتا ہوں۔" راجہ اس کے ساتھ عزت کا سلوک کر کے چلا آیا۔

عیسیٰ کے بھارت میں وُرود کے تعلق میں متذکرۃ الصدر دلائل قابلِ غور ہیں کیونکہ عیسائی مذہب کی ابتدا سب سے پہلے جن ملکوں میں ہوئی ان میں بھارت بھی ایک ہے۔ عیسیٰ کے شاگردوں میں سے سینٹ ٹامس بھارت چلے آئے اور عیسیٰ کی پہلی صدی کے وسط میں کیرل میں سرزمین بھارت پر عیسائی گرجے کی بنیاد رکھی گئی۔" ٭

ایڈیٹر کی ڈاک

(۱) الفرقان کے معیاری مضامین

مکرم جہانگیر کمال بادشاہ صاحب جہانگیر نیو کالج مدراس سے لکھتے ہیں:-

"مکرمی جناب مولوی صاحب۔ السلام علیکم مجھے کیا میرے کالج کے دوستوں کو بھی الفرقان بہت پسند آیا کیونکہ اس میں ایک اعلیٰ معیار پر اسلام کی صداقت ظاہر کی جاتی ہے، پادری صاحبان سے بات چیت، بہائیوں سے سوال و جواب اور دوسرے معیاری مضامین پڑھنے کے بعد میرے غیر احمدی دوست بھی اس کی تعریف کرتے ہیں اور ان کو بھی اس کا اعتراف ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس خدمت میں حامی و ناصر ہو۔"

(۲) حضرت حافظ روشن علیؓ نمبر کی افادیت اور نیک تحریک

نائب امام مسجد لنڈن جناب بشیر احمد صاحب رفیق تحریر کرتے ہیں:-

"حضرت حافظ روشن علیؓ نمبر بہت پسند آیا۔ میرے اور دو چار دوستوں نے بھی پڑھا اور بہت تعریف کی۔ اصل میں تو جماعت کی تربیت کے لئے اب یہ نہایت ضروری ہے کہ سلسلہ کے بزرگان کے حالات شائع ہوتے رہیں۔ مسئلہ مسائل میں تو ہماری جماعت خدا کے فضل سے کسی سے شکست نہیں کھا سکتی اصل ضرورت اب روحانیت پیدا کرنے اور تربیت

کی ہے۔ میرے نزدیک بزرگانِ سلف کے حالات بیان کرنے سے نوجوانوں میں روحانی طور پر ترقی کرنے کی روح پیدا ہوتی ہے۔ اگر آپ کبھی حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کابل کا بھی کوئی نمبر شائع کردیں تو بہت مفید ہوگا۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ہماری نئی پود حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی عظیم الشان اور فقید المثال قربانی کو بھولتی جارہی ہے۔ ابھی تو وہ لوگ موجود ہیں جنہوں نے حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کو دیکھا ہے اور وہ ان کے شمائل بیان کرسکتے ہیں۔ بعد میں یہ سب کچھ ناممکن ہوگا۔ اور اگر آپ اس طرف توجہ فرمائیں گے تو میرے نزدیک یہ ایک تاریخی کام ہوگا۔ اس سلسلہ میں حضرت قاضی محمد یوسف صاحب، حضرت صاحبزادہ ابوالحسن صاحب قدسی، صاحبزادہ محمد طیب صاحب، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے مضامین تو مل ہی جائیں گے۔ ایک امریکن کتاب ہے Under The absolute Amir جس میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے واقعہ شہادت کے حالات ایک امریکن انجینئر نے جو اس وقت کابل میں تھا درج کئے ہیں۔ میں نے یہ کتاب بڑی تلاش کے بعد برٹش میوزیم سے حاصل کرکے اس مکمل حوالہ کو نوٹ کرلیا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۰۴ء میں چھپی ہے۔ اس میں حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی بعض کرامات بھی مصنف نے درج کی ہیں۔ آپ کے ارشاد پر میں یہ حوالہ آپ کو بھجوا دونگا۔ خلافت لائبریری میں ایک کتابچہ احمد نور صاحب کابلی کا ہے جس میں حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی نعشِ مبارک کے تدفین کے حالات ہیں۔ یہ کتابچہ نایاب ہے صرف ایک نسخہ لائبریری میں ہے۔ بہت ایمان افروز حالات اس میں درج ہیں۔ اگر اس کو بھی شائع فرمائیں تو ہماری نئی پود کو حضرت صاحبزادہ صاحب کے اصل مقام کا علم ہوسکے گا۔"

الفرقان - انشاء اللہ حضرت میر محمد اسحاق رضی اللہ عنہ نمبر کے بعد حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف نمبر شائع ہوگا۔ احباب اپنے قیمتی مضامین جلد ارسال فرمادیں ؛

(۳) فلسفۂ امامت نمبر کے متعلق

جناب ملک محمد شریف صاحب راولپنڈی سے لکھتے ہیں :-

"مکرم معظم حضرت مولانا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج ۱۲/۶/۶۱ رسالہ الفرقان ملا۔ دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ سچ تو یہ ہے کہ رسالہ الفرقان آسمانی مائدہ سے کم نہیں ہے ہر ماہ کی دس تاریخ کی انتظار رہتی ہے۔ جس دن رسالہ مل جاتا ہے روح کو تسکین ہوجاتی ہے۔ جب تک تمام رسالہ کا مطالعہ نہیں کرلیتا دل مطمئن نہیں ہوتا جب سارا ختم ہوجاتا ہے تو پھر آئندہ شمارہ کا انتظار کرنا شروع کردیتا ہوں۔

اس ماہ کا رسالہ جو کہ "فلسفہ امامت نمبر" ہے میری نظر سے گزرا۔ نہایت دلکش تحقیقی اور ٹھوس مقالہ ہے۔ آپ نے یہ نمبر نکال کر تحقیقِ حق کرنے والے انسانوں پر بہت احسان کیا ہے جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت دے اور کام کرنے والی لمبی عمر اپنے فضل و کرم سے عطا کرے اور آپ کو آپ کی انتہائی خواہش کے مطابق زیارت حرمین

آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کون کون شامل ہیں؟

(از جناب مولوی محمد اسد اللہ صاحب قریشی کاشمیری فاضل دیوبند)

بعض لوگوں کی طرف سے کہا جاتا کہ آلِ محمدؐ سے مراد صرف "اہلِ بیت" ہیں۔ اہلِ بیت کے معنی ہیں "گھر والے" اور گھر والوں میں اگرچہ بیویاں بھی داخل ہیں مگر پھر بھی آلِ محمدؐ کو محدود کرکے اس سے مراد صرف حضرت فاطمہؓ کی اولاد لی جاتی ہے۔ اس مفروضہ پر آگے یہ مسئلہ کھڑا کر دیا جاتا ہے کہ امامت و خلافت صرف حضرت فاطمہؓ کی اولاد کا حق ہے اُمتِ محمدیہ میں سے دوسرے افراد کا حق نہیں ہے۔

اب ہم لغت، قرآن و سنّت اور ائمہ اہلِ بیت کے اقوال کی رُو سے دیکھیں گے کہ آلِ محمدؐ کون ہیں؟ آیا آلِ محمدؐ سے صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد ہی مراد ہے یا اُمتِ مؤمنہ محمدیہ بھی آلِ محمدؐ میں شامل ہے؟ جب اس کا فیصلہ ہو جائے تو خود بخود یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے گا کہ خلافت و امامت صرف اولادِ فاطمہؓ سے مخصوص ہے یا اُمتِ محمدیہ کے دوسرے افراد بھی اس سے حصہ پا سکتے ہیں؟

لغت عرب کی رُو سے آلِ محمدؐ سے اُمّتِ مومنہ مراد ہے

واضح رہے کہ آلِ محمدؐ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبی اولاد اور اُمتِ مومنہ دونوں شامل ہیں اور جب لفظ "آل" کسی بڑے انسان سے منسوب ہو تو اس سے اس کے تابعدار بھی مراد ہوتے ہیں۔ جیسے "آلِ نبی" اس سے مراد نبی کے تابعدار ہوں گے یا "آلِ فرعون" اس سے مراد فرعون کے تابعدار ہوں گے۔ اور

لغتِ عرب کی رُو سے لفظ "آل" کے یہی معنی ثابت ہوتے ہیں۔ چنانچہ "لسان العرب" جو ایک مشہور عالم لغت ہے، میں لکھا ہے:-

وآل الرجل اهله وآل الله وآل رسوله اولياءه اصلها اهل ثم ابدلت الهاء همزةً فصارت فی التقدیر أأل فلما توالت الهمزتان ابدلوا الثانية الفاً كما قالوا آدم فلما كانوا يخصون بالآل الاشرف الاخص دون الشائع الاعم حتّٰی لا يقال الا فی نحو قولهم القراء آل الله وقولهم اللّٰهمّ صلّ علی محمّدٍ وعلی آل محمّدٍ وقال رجل مؤمن من آل فرعون۔ (لسان العرب فصل الہمزۃ حرف اللام ج ۳ ص ۱۳)

ترجمہ:- "آدمی کی "آل" اس کے اہل ہوتے ہیں اور اللہ کی آل اور اس کے رسول کی آل ان کے اولیاء یعنی سچے تابعدار ہوتے ہیں۔ آل دراصل اھل تھا پھر اس کی ھاء ہمزہ سے بدل گئی اور أأل بن گیا۔ جب دو ہمزے جمع ہو گئے تو دوسرے کو الف میں تبدیل کر دیا گیا۔ جیسا آدم کہا جاتا ہے اور اہل عرب آل کو خاص لوگوں اور اشرفاء سے مخصوص رکھتے ہیں نہ عام لوگوں سے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے قاری

خدا کی آل ہیں اور کہا جاتا ہے اے اللہ! محمدؐ پر اور ان کی آل پر درود بھیج۔ اور جیسا کہ آیت قرآن مجید میں ہے کہ فرعون کے تابعداروں سے ایک مومن نے کہا۔" اسی لغت کے صفحہ ۳۵ پر لکھا ہے واھل کل نبیٍ اُمّتہٗ یعنی ہر نبی کی اہل اس کی اُمّت ہے۔ واھل الرجل واھلتہ زوجہ یعنی مرد کی اہل اس کی بیوی ہے اور بیوی کا اہل اس کا مرد ہے۔"

شیعہ حضرات کی ایک مشہور لغت "مجمع البحار" کے صفحہ ۶۲ پر لکھا ہے:۔

"آل عمران المؤمنون من آلِ
ابراھیم وآل عمران وآل یاسین
وآلِ محمّدٍ۔ حاصلہ انّ المؤمنین
کلّھم متناسلون یتشعب
بعضھم من بعضٍ ذرّیۃ بعضھا
من بعضٍ۔"

ترجمہ:۔ "آلِ ابراہیم میں سے جو مومن ہیں وہ آلِ عمران، آلِ یاسین اور آلِ محمدؐ ہیں۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ تمام مومن ایمان کے لحاظ سے ایک دوسرے کی شاخ ہیں اور روحانی لحاظ سے ایک دوسرے کی ذرّیت ہیں۔"

پھر اسی مجمع البحار کے صفحہ ۶۶ ج ۱ پر لکھا ہے:۔

"اھل القرآن اھل اللّٰہ وخاصتہ
ای حفظۃ القرآن العاملون بہ
ھم اولیاء اللّٰہ۔"

ترجمہ:۔ "اہل قرآن اہل اللہ ہیں اور اس کے خاص لوگ یعنی قرآن کی حفاظت کرنے والے اور اس پر عمل کرنے والے وہی اولیاء اللہ ہیں۔"

آل اور اہل کے استعمال میں ایک فرق

ایک اور مشہور لغت تاج العروس میں لکھا ہے:۔

"اھل الرجل اتباعہ واولیاءہ
ومنہ الحدیث سلمان منّا اٰل البیت
قال اللّٰہ عزّوجلّ کدأب اٰل فرعون
وقال ابن عرفہ یعنی من اٰل الیہ
بدینٍ اومذھبٍ اونسبٍ ومنہ
قولہٗ تعالیٰ ادخلوا اٰل فرعون
اشد العذاب . . . . ولا یستعمل
الاٰل الا فیما فیہ شرفٌ غالبًا
فلا یقال اٰل الاسکاف کما یقال
اھلہ۔" (تاج العروس ج باب اللام صفحہ ۲۱۶)

ترجمہ:۔ "آدمی کے اہل اس کے تابعدار اور اس کے اولیاء ہیں اور اسی سے یہ حدیث ہے کہ سلمانؓ ہم میں سے ہمارے اہل بیت میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا "آل فرعون کی عادت کے مطابق"۔ اور ابن عرفہ نے کہا کہ آدمی کی آل وہ ہے جو اس کی طرف دین یا مذہب یا نسب کے لحاظ سے رجوع کرے۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ "آل فرعون (فرعون کے تابعداروں) کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو" اور آل وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں عزّت اور بڑائی کا پہلو غالب ہو۔ پس "آل اسکاف" یعنی موچی کے آل کا لفظ استعمال نہیں کیا جائے گا۔ ہاں اہل اسکاف کہا جا سکتا ہے۔"

تاج العروس کے اسی صفحہ پر لکھا ہے:۔

وقال انسؓ سئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ
علیہ وسلّم من اٰل محمّدٍ قال
کلّ تقیٍّ

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ! آلِ محمدؐ

۔ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا ہر متقی آلِ محمدؐ ہے۔"
(صلی اللہ علیہ وسلم)۔ (تاج العروس ص۲۱۹ ج)
شیعہ حضرات کی مشہور تفسیر "مجمع البیان لعلوم القرآن" میں لفظ آل کے متعلق لکھا ہے:۔

والآل والاھل واحد ویقال
آل الرجل قومہ وکلّ من یؤول
الیہ بنسب او قرابۃٍ ماخوذ
من الاول وھو الرجوع .... قال
ابو عبیدۃ سمعت اعرابیًا فصیحًا
یقول اھل مکۃ آل اللہ فقلنا
ما نعنی بذلک قال الیسوا
مسلمین المسلمین آل اللہ
وانما یقال آل فلان للرئیس
المتّبع وفی شبہ مکۃ لانھا اُمّ
القری ومثل فرعون فی الضلال
واتباع قومہ لہ۔ (تفسیر مجمع البیان ص۵۵
زیر آیت واغرقنا آل فرعون)

ترجمہ:۔ آل اور اہل ایک ہی چیز ہے اور کہا جاتا ہے آدمی کی آل یعنی اس کی قوم اور جو بھی نسبت قرابت کی وجہ سے اس کی طرف رجوع کرے کیونکہ آل اول سے نکلا ہے جس کے معنی "رجوع" کے ہیں۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ میں نے ایک فصیح اعرابی کو کہتے سُنا "اہلِ مکہ اللہ کی آل ہیں"۔ ہم نے اُسے کہا کہ اِس سے کیا مراد ہے؟ اس نے جواب دیا کہ کیا اہلِ مکہ مسلمان نہیں ہیں؟ مسلمان اللہ کی آل ہیں۔ (پھر مفسّر کہتا ہے) جس رئیس کے تابعدار ہوں انہیں اس کا آل کہہ دیا جاتا ہے اور مکہ کے آل بھی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ تمام بستیوں کی ماں ہے۔ اور فرعون کی آل بھی کہا جاتا ہے کیونکہ لوگ گمراہی میں اسکے تابعدار تھے اور اس کی قوم میں سے جو لوگ بھی اس کے تابعدار تھے وہ اس کی آل ہیں۔"

امام جعفر کا فیصلہ کہ اُمّتِ مؤمنہ آلِ محمدؐ میں داخل ہے

ائمہ اہل بیت بھی یہی مانتے تھے کہ اُمت بھی اہل بیت میں شامل ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق سے روایت ہے:۔

العیاشی عن الصادق من اتقی اللہ
منکم و اصلح فھو منّا اھل البیت۔
(تفسیر صافی پارہ ۱۳ زیر آیت ربّ اجعل
ھٰذا البلد اٰمنًا)

عیاشی نے امام جعفر صادق سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے خدا کا خوف رکھتا ہے اور اپنے اعمال سنوارتا ہے وہ ہم سے ہمارے اہل بیت میں سے ہے۔
اسی طرح ایک اور روایت میں امام صاحب نے فرمایا ہے:۔

انّ آل محمّدٍ ذرّیتہ واھل بیتہ
الائمۃ الاوصیاء وعترتہ و
اصحاب العباء وامّۃ المؤمنون
الّذین صدقوا بما جاء بہ من
عند اللہ المتمسّکون بالثقلین
(تفسیر صافی زیر آیت انّ اللہ اصطفیٰ
اٰدم۔ آل عمران ع)

ترجمہ:۔ آلِ محمدؐ آپؐ کی ذریت ہے اور اہل بیت ائمہ اوصیاء اور آپؐ کی عترت اور اصحاب عباء ہیں اور وہ اُمّتِ مؤمنہ بھی جنہوں نے اس کی تصدیق کی جو محمدؐ اللہ کی طرف سے لائے اور قرآن مجید اور اہل بیت سے تمسّک کیا ہے۔"

اب اِن روایات میں خاندانِ نبوی کے علاوہ اُمّتِ مؤمنہ کو بھی آلِ محمدؐ میں شامل قرار دیا گیا ہے۔ ہمارے مشہور

مشہور بزرگ شیخ محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ پیغمبروں کی آل ان کی اُمت کے علماء و صلحاء ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :۔

واعلم ان آل الرجل فی لغة العرب
هم خاصته الاقربون الیه و
خاصة الانبیاء و آلهم هم
الصالحون العلماء باللہ من المومنین۔
(فتوحات مکیہ ج ۱ ص ۵۶۹-۵۷۰)

ترجمہ :۔ جاننا چاہیئے کہ آدمی کی آل لغت عرب میں وہ خاص لوگ ہیں جو اس سے زیادہ قریب ہوں اور انبیاء کے خاص لوگ اور ان کی آل حقیقت میں صالحین عالم باللہ لوگ ہیں جو ایمان رکھتے ہوں۔"

عترت بھی عام ہے

اہل لغت نے لفظ "عترت" کو بھی دور و نزدیک کے تمام متعلقین کے لئے عام لکھا ہے۔ چنانچہ مشہور لغت "منتہی الارب" میں ہے :۔

"عترت خویشان او از اقارب باشند۔
یا از اباعد و منہ حدیث الصدیق نحن عترة
رسول اللہ (منتہی الارب ص ۱۱۹ باب العین)

یعنی عترت آدمی کے رشتہ دار ہیں خواہ قریبی ہوں یا دور کے۔ اسی سے حضرت ابو بکر صدیق رضی کی حدیث ہے کہ "ہم آنحضرتؐ کی عترت ہیں"۔

اسی طرح غزوۂ بدر کے قیدیوں کو رہا کرنے کے بارے میں حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کی ہم عترتك یا رسول اللہ (تاج العروس ص ۳۸) یعنی اے اللہ کے رسول! وہ آپ کی عترت ہیں۔ درحقیقت انسان کی عترت اور آل وہ خاص لوگ ہیں جو اس سے کوئی تعلق رکھتے ہوں، یہ تعلق خواہ روحانی ہو یا جسمانی۔ ظاہر ہے کہ نبی سے اصل رشتہ روحانی رشتہ ہی ہوتا ہے کیونکہ جسمانی رشتے ٹوٹ جاتے ہیں مگر روحانی رشتے کبھی نہیں ٹوٹتے۔ جسم فانی ہے اس لئے جسمانی رشتے بھی فانی ہیں۔ رُوح ابدی ہے اس لئے روحانی رشتے بھی ابدی ہیں پس کسی شخص کا پیغمبر کے ساتھ جتنا ایمانی رشتہ زیادہ مضبوط ہو اتنا ہی اس کا روحانی رشتہ اس کے ساتھ مضبوط ہوگا اور وہ روحانی لحاظ سے پیغمبر کی آل، اہل اور عترت میں داخل ہوگا۔

خلافت کا وعدہ صرف نیک لوگوں سے ہے

جب یہ ثابت ہوگیا کہ آلِ محمدؐ میں اُمتِ مومنہ بھی شامل ہے تو خود بخود یہ بھی ثابت ہوگیا کہ امامت و خلافت بھی تمام اُمتِ محمدیہ کے اہل افراد کا حق ہے کیونکہ قرآن مجید میں تمام روحانی انعامات اور ترقیات ایمان اور عمل صالح سے وابستہ قرار دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح امامت و خلافت کا وعدہ بھی صرف انہی لوگوں سے ہے جو ایمان اور عمل صالح کے اوصاف سے متصف ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :۔

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم
وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنّهم
فی الارض کما استخلف الذین
من قبلهم (نور)

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان والوں اور عمل صالح کرنے والوں سے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ ضرور انہیں زمین میں خلیفے بناتا رہے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو خلیفے بناتا رہا۔

اِس آیت سے ظاہر ہے کہ خلافت کے اہل صرف اعمالِ صالحہ بجا لانے والے مومن ہیں پس یہ کہنا کہ خلافت صرف اولادِ فاطمہؓ یا اہل بیت نبوی کا حق ہے درست نہیں۔

خلافت ظالمین کو نہیں مل سکتی

اس کی تائید حضرت ابراہیم علیہ السلام

کی آیت "امامت" سے بھی ہوتی ہے یعنی جب اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منصبِ امامت پر فائز فرمایا تو آپ نے عرض کیا تھا ومن ذرّیتی! یعنی میری ذرّیت سے بھی امام بنتے رہیں تو اللہ تعالےٰ نے صاف لفظوں میں فرمایا لا ینال عھدی الظالمین (سورہ بقرہ) یعنی میرا عہد صرف نیکوں سے ہے ظالموں کو میرا عہد نہیں پہنچ سکتا۔ اب ظاہر ہے کہ امامت و خلافت حضرت ابراہیمؑ کی آل میں سے صرف مومنوں اور صالحوں کے لئے ہے ان کے لئے قطعاً نہیں جو غیر صالح ہوں اگرچہ وہ نسبی لحاظ سے بیٹے ہی کیوں نہ ہوں۔

پس جب ہم دعا مانگتے ہیں اللّٰھم صلّ علیٰ محمّدٍ وعلیٰ آل محمّدٍ کما صلّیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انّک حمید مجید یعنی اے اللہ! حضرت محمدؐ اور ان کی آل پر درود بھیج جیسا کہ تو نے ابراہیمؑ اور ان کی آل پر درود بھیجا تو اس سے صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے تابعدار اور صالح مراد ہوں گے خواہ وہ آپؐ سے جسمانی رشتہ رکھتے ہوں یا نہ۔ کیونکہ ہم آلِ محمدؐ کے لئے وہ انعامات مانگتے ہیں جو آلِ ابراہیم پر ہوئے تھے اور آلِ ابراہیم میں سے آیت مذکورہ بالا کی رو سے ظالمین مستثنیٰ ہیں اور وہ صلوٰۃ (برکات روحانیہ) کے مستحق نہیں ہیں۔ پس یہ دعا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سکھائی ہے آپؐ کے خاص تابعداروں کے لئے ہے نہ غیر تابعداروں اور غیر صالح لوگوں کے لئے اگرچہ وہ نسبی لحاظ سے اولادِ فاطمہؓ ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ قرآن مجید امامت و خلافت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے مخصوص قرار نہیں دیتا بلکہ اُمّتِ محمدیہ میں سے اعمالِ صالحہ بجا لانے والے مومنوں کو اس کا حقدار قرار دیتا ہے۔

غیر صالح فرد آلِ محمدؐ نہیں ہو سکتا

یہی نہیں کہ غیر صالح اولاد روحانی ترقیات یا خلافت کی حقدار نہیں بلکہ قرآن مجید بتاتا ہے کہ غیر صالح فرد پیغمبر کی آل میں شامل ہی نہیں بلکہ وہ عذابِ الٰہی کا مورد بنتا ہے خواہ وہ جسمانی لحاظ سے پیغمبر کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت نوح علیہ السلام سے اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ میں تیرے اھل کو غرق ہونے سے بچاؤں گا۔ جب نوحؑ کا بیٹا غرق ہونے لگا تو حضرت نوحؑ نے اللہ تعالےٰ کو پکارا کہ اے اللہ! تو نے میرے اہل کو بچانے کا وعدہ کیا تھا اور یہ میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا انّہٗ لیس من اھلک انّہٗ عملٌ غیر صالح۔ یعنی وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے کیونکہ اس کے اعمال غیر صالح ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ جسمانی لحاظ سے تو وہ آپ کا بیٹا تھا مگر چونکہ اس کے اعمال غیر صالح تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اسے نوح کا اہل قرار نہیں دیا بلکہ اُسے منکرین کے ساتھ غرق کر دیا اور نوحؑ کو سختی سے ہدایت کی کہ ایسا مطالبہ مجھ سے نہ کر جو علم پر مبنی نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوحؑ کا اسے اپنے اہل میں سے سمجھنا لاعلمی پر مبنی تھا۔ پس حضرت نوحؑ کا بیٹا غیر صالح عمل کی وجہ سے نوحؑ کے اہل بیت سے خارج کر دیا گیا اور غضبِ الٰہی کا مورد بنا۔ اسی طرح اگر اولادِ فاطمہؓ سے کوئی غیر صالح عمل رکھتا ہو تو وہ آلِ محمدؐ سے خارج سمجھا جائے گا۔ کیونکہ صالح اعمال ہی آل و اہل بننے کا معیار ہیں نسبی رشتہ عمل صالح کے بغیر کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ہاں اتنی بات ہے کہ جو اولادِ فاطمہؓ سے ہو اور نیک، متقی اور صالح ہو تو اُسے عام مومنین پر جسمانی رشتہ کے لحاظ سے ایک جزوی فضیلت ہوگی۔ یہ جزوی فضیلت خلافت کا مستحق نہیں بناتی۔ کیونکہ آیتِ استخلاف میں خلافت کے لئے صرف ایمان اور اعمالِ صالحہ کو وجہ استحقاق قرار دیا گیا ہے۔

اُمّتِ مؤمنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحانی اولاد ہے

یہ بات بھی سمجھنی چاہیئے کہ قرآن مجید میں تو صرف اس بات ہی کی نفی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے باپ ہیں۔ ہاں اس بات کا اثبات موجود ہے کہ آپ اُمت کے روحانی باپ ہیں اور آپ کو ماننے والے آپ کی روحانی اولاد ہیں۔ چنانچہ فرمایا:۔

ما کان محمّدٌ ابا احدٍ من رجالکم
ولٰکن رسول اللہ وخاتم النّبیّین
(سورۂ احزاب)

یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

اب یہاں اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جسمانی اُبوّت کی نفی کی گئی ہے اور روحانی اُبوّت کا اثبات کیا گیا ہے یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کے روحانی باپ ہیں اور نبیوں کی مُہر۔ پس آپ ساری اُمت کے لئے روحانی باپ ہیں اور اُمت آپ کی روحانی اولاد ہونے کی وجہ سے آپ کے کمالات روحانیہ کی وارث ہے نہ کہ صرف آپ سے نسبی رشتہ رکھنے والے لوگ۔ اسی طرح اس سے پہلے فرمایا ہے:۔

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم
وازواجہ امّہاتہم (سورۂ احزاب)

یعنی نبی کا تعلق مومنوں سے سب سے قریب ترین رشتہ ہے (یعنی باپ کے رشتہ کا) اور نبی کی بیویاں مؤمنوں کی مائیں ہیں۔

اس سے واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد یعنی آلِ محمد مؤمنین ہیں خواہ وہ آپ سے نسبی رشتہ رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں۔ گو قرآن مجید میں آلِ محمد کا لفظ تو موجود نہیں مگر بحیثیت رسول اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنوں کا باپ قرار دیا گیا ہے۔ پس اُمتِ مؤمنہ آلِ رسول ہے اور درود شریف میں آلِ محمد میں شامل ہے اور ان سب برکات کی مستحق ہے جو آلِ ابراہیم کو حاصل تھیں۔

ایک اور آیت بھی آل کے معنوں پر روشنی ڈالتی ہے۔ فرمایا واغرقنا آل فرعون نیز فرمایا واذ انجیناکم من آل فرعون۔ یعنی "ہم نے آلِ فرعون کو غرق کیا" اور "ہم نے تم کو آلِ فرعون سے نجات دی تھی۔"

صاف ظاہر ہے کہ یہاں فرعون کی اولاد مراد نہیں بلکہ فرعون کے متبعین مراد ہیں خواہ اولاد تھے یا اس کا لشکر۔ اور یہ تاریخی واقعہ ہے کہ فرعون لشکر سمیت غرق کیا گیا تھا۔ یہ آیت فیصلہ کر دیتی ہے کہ آل سے دراصل متبعین مراد ہوتے ہیں خواہ اولاد ہوں یا صرف متبعین۔

مقدّم اہل بیت

اہل بیت کہلانے کی سب سے پہلی حقدار انسان کی بیوی ہوتی ہے۔ اسی لئے آیت تطہیر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کے تعلق میں نازل ہوئی ہے اس کے سیاق وسباق میں "ازواج نبی" کا ذکر ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے وقرن فی بیوتکن ولا تبرّجن تبرّج الجاھلیۃ الاولیٰ واقمن الصّلوٰۃ وآتین الزکوٰۃ واطعن اللہ ورسولہٗ۔

اس کے بعد فرماتا ہے انّما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھّرکم تطھیراً۔ پھر اس کے بعد ازواج نبی کے ذکر میں ہی فرمایا واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن من آیات اللہ والحکمۃ انّ اللہ کان لطیفاً خبیراً (احزاب ع۴) ترجمہ:۔ اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور پہلی جاہلیت کا بناؤ سنگار نہ دکھاؤ۔ نمازوں کو

قائم کرو۔ زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور رسولؐ کی فرمانبرداری کرو۔ بے شک اللہ چاہتا ہے کہ تم سے اے اہل بیت! پلیدی کو دور کرے اور تمہیں اچھی طرح سے پاک کرے۔ اور یاد کرو جو کچھ تمہارے گھروں میں اللہ کی آیتوں اور حکمت سے پڑھا جاتا ہے یقیناً اللہ تعالے لطیف و خبیر ہے۔"

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیت تطہیر مذکورہ میں "عنکُمْ" اور "کُمْ" کی مذکر ضمیریں کیوں استعمال کی گئی ہیں جبکہ اس آیت کے پہلے اور پچھلے ازواج کا ذکر ہے اور ان کے لئے مؤنث کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اہل بیت نبوی میں صرف ازواج ہی داخل نہیں تھیں آپؐ کی اولاد بھی داخل تھی اس لئے لڑکوں کے شامل ہونے کی وجہ سے تغلیباً مذکر کی ضمیریں استعمال کی گئی ہیں۔ اس امر کی تائید سورہ ہود کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے جس میں ذکر ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں کے ذریعے لڑکا ہونے کی بشارت دی گئی تو ان کی بیوی نے اس پر اپنے اور خاوند کے بوڑھا ہونے کی وجہ سے ان ھٰذا لشیءٌ عجیب کہہ کر تعجب کا اظہار کیا۔ اس پر بشارت دینے والوں نے کہا اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ و برکاتہٗ علیکم اھل البیت انّہٗ حمیدٌ مجید (ہود ع) کیا تو امرِ الٰہی میں تعجب کرتی ہے تم پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو اے اہل بیت یقیناً وہ بہت ہی تعریف کیا گیا اور بزرگ شان والا ہے۔"

اس جگہ بیوی مخاطب ہے مگر اہل بیت کے لفظ سے پہلے علیکم کی ضمیر مذکر استعمال کی گئی ہے۔ اب یہ آئندہ اولاد کو شامل کر کے تغلیباً ہی استعمال کی گئی ہے۔ ابراہیمؑ کی بیوی کو آل سے خارج کرنا مقصود نہیں بلکہ اس جگہ اہل بیت میں خود حضرت ابراہیمؑ بھی داخل ہیں اسلئے مذکر کی ضمیر استعمال کی گئی۔ بیوی قرآن کریم کے نزدیک اور لغت عرب کے محاورہ میں اہل بیت میں بہرحال داخل ہے چنانچہ سورہ یوسف میں ارشاد ہے کہ زلیخا نے حضرت یوسفؑ پر الزام دیتے ہوئے اپنے خاوند سے کہا ما جزاء مَن اراد باھلک سوءً الّا ان یُسجن او عذابٌ الیم (یوسف ع) کہ اس شخص کی کیا سزا ہے جس نے تیرے اہل سے یعنی بیوی سے بُرائی کا ارادہ کیا بجز اس سزا کے کہ وہ قید کیا جائے یا اسے دردناک عذاب دیا جائے۔

اس آیت میں اہل کے لفظ میں صرف بیوی مراد لی گئی ہے نہ کچھ اور۔ اور یہ امر اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ بیوی بدرجہ اولیٰ اور سب سے پہلے "خاوند کے اہل بیت" میں داخل ہے پس ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہرحال اہل بیت میں شامل ہیں۔ اہل بیت کے اصل معنی انسان کے گھر والے ہوتے ہیں جن کی ضرورتیں گھر والے سے وابستہ ہوتی ہیں اسلئے بیوی اور اولاد مرد کے اہل بیت قرار پاتے ہیں مگر جب لڑکیاں بالغ ہو جائیں اور انکی شادی کر دی جائے تو پھر وہ اپنے خاوندوں کی اہل بیت بن جاتی ہیں اور انکی اولاد بھی انکے خاوندوں کی اہل بیت ہوتی ہے۔ چونکہ اس آیت (آیت تطہیر) کے نزول سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح ہو چکا تھا اور امام حسن اور امام حسین علیہما السلام پیدا ہو چکے تھے اسلئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غرض سے کہ وہ بھی وعدہ تطہیر میں شامل ہو جائیں مع حضرت علیؓ کے اپنی چادر میں لیکر دعا کی کہ یا خدایا یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے رجس دور کر دے۔ یہ واقعہ اس بات کی دلیل نہیں کہ ازواج کو اہل بیت سے خارج کرنا مقصود تھا بلکہ مقصد یہ تھا کہ یہ چاروں افراد بذریعۂ دعا وعدۂ تطہیر میں شامل ہو جائیں۔ چنانچہ اسوقت جب ایک بیوی نے یہ خواہش کی کہ مجھے بھی چادر میں لے لیا جائے تو آپؐ نے فرمایا "تیری حالت تو بہتر ہے" مقصود یہ تھا کہ تیری تطہیر کا وعدہ تو آیت تطہیر میں پہلے سے موجود ہے۔

غرض لفظ آل وسیع معنے رکھتا ہے اور آل محمدؐ کے لفظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اُمت شامل ہے آپؐ کے

[illegible]

شذرات

۱۔ جماعت احمدیہ کی ترقی، وقار اور تنظیم

شیعہ ماہ نامہ "معارفِ اسلام" لاہور نے لکھا ہے :-

"جماعت احمدیہ کی ترقی اور وقار اور تنظیم سب کے سامنے ہے اور ان کے اعتقادات سے بنیادی طور پر اختلاف ہونے کے باوجود صحیح یہ قوم اپنے اتفاق واتحاد اور منظم ہونے کی وجہ سے اپنے مضبوط پاؤں پکڑ رہی ہے کہ حق والوں کی مخالفت بھی ان کے قدم کو ہلا نہیں سکتی۔ مجھے احمدی حضرات کے اعتقادات سے بحث و مطلب نہیں ہے بلکہ اس قوم کے اتفاق و اتحاد اور تنظیم کی وجہ سے آگے بڑھنا اور ایک منظم قوم کہلائے جانے سے مراد ہے اور اسی لئے اِس قوم کی مثال دی ہے۔"

(نومبر سنہ ۱۹۶۰ء صفحہ ۲۲)

اگر غور کیا جائے تو اس بیان میں بہت سے حقائق موجود ہیں۔ ان نامساعد حالات میں کہ دوسرے سب لوگ خدا کے مامور کی جماعت کے پاؤں ہلانے کے درپے ہوں اس جماعت کا ترقی کرنا، وقار اور تنظیم کو حاصل کرنا اللہ تعالے کی تائید کے بغیر ممکن نہیں۔ جماعت احمدیہ خوب جانتی ہے کہ یہ صورتِ حالات روحانی خلافت کی برکات کا ایک نمونہ ہے اسلئے اس آسمانی نعمت کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

۲۔ معاندین کے لئے برمحل سخت الفاظ کا استعمال

پیامِ مشرق لاہور "درسِ قرآن" از مولانا ابوالکلام آزاد شائع کر رہا ہے اس میں لکھا ہے کہ :-

"بلاشبہ قرآن میں ایسے مقامات موجود ہیں جہاں اس نے مخالفوں کیلئے شدت و غلظت کا اظہار کیا ہے۔ لیکن سوال ہے کہ کن مخالفوں کے لئے؟ ان کے لئے جن کی مخالفت محض اختلافِ فکر و اعتقاد کی مخالفت تھی؟ یعنی ایسی مخالفت جو معاندانہ اور جارحانہ نوعیت نہیں رکھتی تھی؟ ہمیں اس سے قطعاً انکار ہے ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ تمام قرآن میں شدت و غلظت کا ایک لفظ بھی نہیں مل سکتا جو اس طرح استعمال کیا گیا ہو۔ اس نے جہاں کہیں بھی مخالفوں کا ذکر کرتے ہوئے سختی کا اظہار کیا ہے اس کا تمام تر تعلق ان مخالفوں سے ہے جن کی مخالفت بغض و عناد اور ظلم و شرارت کی جارحانہ معاندت تھی۔"

(پیامِ مشرق جون سنہ ۶۱ء صفحہ ۱۴)

۳۔ "دورِ حاضرہ میں نام کی اہل حدیث"

اپنے بھائیوں کے متعلق اخبار "صحیفۂ اہل حدیث" کراچی مذکورہ بالا عنوان سے لکھتا ہے :-

"یہ نام کے اہل حدیث مرزائیوں کو تو

مشرک فی الرسالت کہہ کر نفرت کا اظہار کرتے ہیں اور ختم نبوت کا ڈھونگ بنا کر جلوسوں کا سانگ بناتے ہیں! مگر مشرکین فی الالوہیت کو اپنے دینی بھائی قرار دیکر ان کو اپنی لڑکیاں نکاح میں دیتے ہیں اور ان کے جنازے پڑھتے ہیں اور ان کے حق میں دعا کرتے ہیں اور ان کو مرحوم و مغفور لکھتے ہیں ...... وہ تکفیر مسلمانان کا مضمون لکھ کر یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ کسی کلمہ گو کو بھی کافر نہ کہو ورنہ کافر ہو جاؤ گے۔ خواہ وہ قبر پرست، تعزیہ پرست ہو۔ بس ان کے نزدیک کلمہ کا منکر بت پرست ہی کافر ہے یا یہودی، عیسائی ہے۔ کلمہ گو کفر و شرک کرے تو وہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ مگر مرزائیوں سے مقابلہ ہو تو ان کلمہ گو قادیانیوں کو کافر خارج از اسلام کہنے کو سب تیار ہو جاتے ہیں حالانکہ دعویٰ نبوت قبر پرستی اور تعزیہ پرستی سے بڑا گناہ نہیں ہے ...... کتاب و سنت سے بے غافل ہیں اور کہتے ہیں کہ اس علم کی اب قدر نہیں ہے۔ بڑے بڑے خاندانی علماء کی اولاد کتاب و سنت سے جاہل ہے اور نصاریٰ کے مشابہ بن رہے ہیں۔"

(صحیفہ اہل حدیث کراچی یکم فروری سنہ ۶۱ء صفحہ ۲۰-۳۰)

۴۔ یہ کس عیسیٰ دوراں کا مکاں ہے؟

ابھی حال ہی میں جناب مفتی محمد حسن صاحب لاہور کا انتقال ہوا ہے۔ ان کے حالات کے سلسلہ میں جناب شفاء الملک حکیم محمد حسن صاحب قریشی نے لکھا ہے کہ:۔

"ایک روز میں شام کے بعد گیا وہ حسب معمول مکان کی چوتھی منزل میں تشریف فرما تھے۔ میں نے کہا کہ ایک شعر یاد آیا ہے ؎

یہ کس عیسیٰ دوراں کا مکاں ہے
زمیں جس کی چہارم آسماں ہے

شعر چونکہ برمحل تھا اسلئے پسند فرمایا۔"

(نوائے وقت لاہور ۱۲ جون سنہ ۱۹۶۱ء)

۵۔ احمدی شعراء کی نظمیں اور "پیام مشرق"

بلاوجہ اعتراض کرنے اور عیب چینی کو پیشہ بنانے والے تو بلیغ ترین کلام ربانی قرآن مجید میں بھی غلط طور پر غلطیوں کی نشاندہی کرنے سے نہیں چوکتے اسلئے ذرا بھی تعجب کی بات نہیں اگر لاہوری رسالہ "پیام مشرق" اپنے معاندانہ انداز میں لکھ رہا ہے کہ:۔

"اب تک جتنے قادیانی شعراء مشہور ہوئے ان کی نظمیں بھی اکثر پھیکی اور زبان و بیان کے لحاظ سے سست اور عجیب و غریب مضامین سے پُر ہوتی ہیں" (اپریل سنہ ۶۱ء)

معاصر کو معلوم ہونا چاہیئے کہ شعر کی داد دینے کے لئے شعور کی ضرورت ہے معاندت کی صورت میں تو حکیم مشرق کا قول صادق آتا ہے کہ ؎

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبے است
گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است

علاوہ ازیں ہم امام راغب اصفہانی کی مشہور کتاب المفردات سے اہلِ ذوق کے لئے ایک عجیب حوالہ درج کرتے ہیں۔ لکھا ہے:۔

"قِيلَ أَحْسَنُ الشِّعْرِ أَكْذَبُهُ
وَقَالَ بَعْضُ الْحُكَمَاءِ لَمْ يُرَ
مُتَدَيِّنٌ صَادِقُ اللَّهْجَةِ مُفْلِقًا

فِیْ شِعْرِہٖ۔" (ص ۲۶۳)

ترجمہ۔ "کہتے ہیں کہ بہترین شعر وہ ہے جس میں زیادہ کذب بیانی سے کام لیا گیا ہو۔ اسی لئے بعض حکماء نے کہا ہے کہ کبھی کوئی دیندار اور راست گو آدمی اس قسم کی شعر گوئی میں گوئے سبقت نہیں لے جا سکتا۔"

کیا مدیر پیام مشرق اس حقیقت پر غور کریں گے؟

رہی مدیر صاحب کی بعض الفاظ سے متعلق بیجا گرفت اور بے محل طعن و تشنیع، تو انشاء اللہ تعالیٰ اس "گرفت" کی حقیقت بھی آئندہ اچھی طرح کھول دی جائے گی۔

۶- ایک مبارک اور قابلِ تقلید تقریب

اتفاق سے ۳۰ جون ۶۱ء کو ہم راولپنڈی میں تھے۔ معلوم ہوا کہ عزیزم مکرم مولوی محمد صدیق صاحب شاہد مربی سلسلہ چھ برس کی خدمات کے بعد راولپنڈی سے منٹگمری تبدیل ہو رہے ہیں۔ بعد نماز عصر جماعت کی طرف سے مولوی صاحب کے اعزاز میں الوداعی عصرانہ دیا گیا۔ چائے نوشی کے بعد قائم مقام امیر جناب میاں محمود احمد صاحب اور دیگر بہت سے دوستوں نے مولوی صاحب کی خدمات کو سراہا اور ان کے عمدہ اخلاق کی تعریف کی۔ اس موقعہ پر میں نے بھی مختصر تقریر میں بتایا کہ مولوی صاحب موصوف ہمارے ان شاگردوں میں سے ہیں جو متواضع اور بے لوث خدمتِ دین کرنے والے ہیں۔ یہ خوشی کا مقام ہے کہ جماعت راولپنڈی نے اپنے ہاں سے تبدیل ہونے والے مربی کی خدمات کے اعتراف کے طور پر یہ قابلِ تقلید تقریب قائم کی ہے۔ اس موقعہ پر نوجوان ہونہار شاعر مبشر خورشید صاحب راولپنڈی نے جو نظم پڑھی تھی اس کے چند شعر یہ ہیں سہ

ہم تجھ کو نہ بھولیں گے سدا یاد کریں گے
بے لوث محبت کی ادا یاد کریں گے

تیرے دل میں نہ آیا تھا جدائی کا تصوّر
اس دل پہ ترا نقشِ وفا یاد کریں گے

اندازِ تکلّم، وہ تخاطب، وہ تبسّم
ملتا تھا جو باتوں میں مزا یاد کریں گے

بالآخر مولانا جلال الدین صاحب شمس نے جو صدارت کے فرائض ادا کر رہے تھے نصائح اور دعا پر تقریب کو ختم فرمایا۔

۷- مشعلِ راہ

جون ۶۱ء میں رسالہ "خالد" نے "مشعلِ راہ" کے طور پر حضرت امام ہمام ایدہ اللہ بنصرہ کا ایک ارشاد شائع کیا ہے جو درجِ ذیل ہے:-

"سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر داڑھی سے کیا مراد ہے؟ سو ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا ارشاد (قصوا الشوارب واعفوا اللحی) سے ایک استدلال کر سکتے ہیں اور وہ یہ کہ آپ نے فرمایا ہے کہ مونچھ کے بالوں کا وہ حصہ جو مُنہ کے نزدیک پہنچتا ہے اسے کٹوا دینا چاہیئے۔ گویا اس حصہ کو کٹوا کر باقی بال رکھنے چاہئیں۔ اب مونچھ کے بالوں کے جس حصہ کے متعلق آپ نے فرمایا کہ اسے کاٹو جب اُسے بھی آپ نے خشخاشی جائز قرار نہیں دیا تو پھر داڑھی کے بال کم از کم اس سے تو بڑے ہی ہونے چاہئیں۔ مونچھوں کے بالوں کا اگر وہ حصہ کاٹ دیا جائے جو مُنہ کے نزدیک ہوتا ہے تو باقی اُوپر کے حصے کے بال نصف انچ سے زیادہ بنتے ہیں۔ اس لحاظ سے داڑھی کے بال کم از کم ایک انچ تو ضرور ہونے چاہئیں۔ اس طرح ہمیں ایک معیار معلوم ہو گیا اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو لوگ اپنی داڑھی کے بال ایک انچ سے بھی کم رکھتے ہیں وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔" (ص ۱۴)

اشتہارات

مکرم مولوی عبدالقادر صاحب دہلوی درویش اسسٹنٹ ناظر دعوۃ التبلیغ قادیان

فرماتے ہیں:۔

"مجھے کچھ عرصہ سے پائیوریا کی تکلیف تھی۔ میں نے جون ۱۹۵۹ء میں ناصر دواخانہ ربوہ کے "اکسیر پائیوریا" کو استعمال کیا۔ دو ہفتے کے استعمال سے دانتوں کی تکلیف بالکل دور ہو گئی۔ اس منجن کو اب میں باقاعدگی سے استعمال کرتا ہوں۔ پائیوریا کے مرض کو دور کرنے کے علاوہ میں نے اس منجن کو دانتوں کی صفائی کیلئے مفید پایا ہے۔"

اکسیر پائیوریا مسوڑھوں سے خون اور پیپ کا آنا (پائیوریا) دانتوں کا ہلنا۔ دانتوں کی میل اور منہ کی بدبو دور کرنے کے لئے مفید ہے۔

قیمت فی شیشی دو روپیہ پچیس پیسے علاوہ محصول ڈاک۔

ناصر دواخانہ رجسٹرڈ، گولبازار، ربوہ

تبصرے

نئی کتابیں

نوٹ:۔ اس سے قبل جو کتب موصول ہوئی ہیں ان پر آئندہ اشاعتوں میں تبصرہ کیا جائے گا۔ (ادارہ)

● **سرگذشت قبول احمدیت:۔**

اس مختصر سے کتابچہ میں مکرم ابو المظفر رائے شمشیر خان صاحب جو نیر کارکن دفتر اصلاح و ارشاد ربوہ نے اپنے قبولِ احمدیت کے حالات درج کئے ہیں۔ صداقت قبول کرنے کے حالات یقیناً دلچسپ ہوتے ہیں۔ یہ کتاب بھی دلچسپ پیرایہ میں لکھی گئی ہے۔ احباب کے لئے اس کا پڑھنا مفید ہوگا۔ کتابت، طباعت و کاغذ مناسب ہے۔

یہ رسالہ مصنف کے پتہ سے ۳۲ نئے پیسے کے ٹکٹ بھیج کر منگوایا جا سکتا ہے۔ (ع۔م۔م)

"حیاتِ طیبہ"

اس قیمتی کتاب میں مکرم جناب شیخ عبدالقادر صاحب فاضل نومسلم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ زندگی کے حالات نہایت دلچسپ پیرایہ میں لکھے ہیں۔ پہلے ایڈیشن کے ختم ہونے پر بعض مفید اضافہ جات کے ساتھ اب دوسرا ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ تقریباً پانچ صد صفحات کی اس کتاب کی قیمت سات روپے علاوہ محصول ڈاک ہے۔ خط آنے پر کتاب وی پی بھی کی جا سکتی ہے۔

مینیجر مکتبہ الفرقان

گولبازار۔ ربوہ

"الفردوس"

انارکلی میں

لیڈیز کپڑے کے لئے

آپ کی اپنی

دکان ہے

"الفردوس"

۸۵۔ انارکلی۔ لاہور

آنکھوں کی جملہ بیماریوں کے لئے بے نظیر تحفہ

نوری کحل

- آنکھوں کو بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔
- نظر کو صاف اور تیز کرتا ہے۔
- آنکھوں کو گرد و غبار سے صاف کرتا ہے۔
- آنکھوں میں خوبصورتی اور چمک پیدا کرتا ہے۔
- خارش، پانی بہنا، بھنی اور ناخونہ کا بہترین علاج ہے۔

بوقتِ ضرورت ایک ایک سلائی آنکھوں میں ڈالیں۔
قیمت فی شیشی ۱ؔ۴ علاوہ محصول ڈاک و پیکنگ۔

دِماغی

دل و دماغ کے لئے بہترین ٹانک۔ دماغی محنت کرنیوالے طلباء، وکلاء، پروفیسرز، ججز وغیرہ کے لئے بہت راحت و آرام کا موجب ہوتی ہیں۔ اسی طرح کثرتِ کار یا تفکرات یا پریشانی کی وجہ سے جن لوگوں کے دل و دماغ کمزور ہو گئے ہوں، سر میں گرانی اور درد ہو، گردن اور کندھوں میں درد رہتا ہو ان کے لئے نعمتِ غیر مترقبہ ہیں۔ ان کا استعمال آپ کی کارکردگی میں اضافہ اور آپ کی طبیعت میں بشاشت پیدا کرے گا انشاء اللہ۔

ایک گولی صبح بعد ناشتہ، ایک دوپہر، ایک شام بعد غذا ہمراہ آب۔

قیمت فی شیشی ۳۰ گولی پانچ روپے۔

تیار کردہ

خورشید یونانی دواخانہ۔ گولبازار۔ ربوہ

(طابع و ناشر۔ ابو العطاء جالندھری۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔ مقامِ اشاعت۔ دفتر الفرقان ربوہ)

لائف ممبرز

"الفرقان" کے مستقل خریدار

یہ ان بزرگوں اور احباب کے اسمائے گرامی ہیں جنہوں نے دس سالہ خریداری منظور فرما کر رسالہ کی امداد فرمائی ہے۔ جزاهم الله خيراً۔ ادارہ احسانمندی کے طور پر ان کے نام دعا کی تحریک کے طور پر دس سال تک شائع کرتا رہے گا۔ جو دوست اس زمرۂ محسنین میں شامل ہونا چاہیں وہ دس سال کا چندہ پیشگی ارسال فرمادیں۔ ——— (ایڈیٹر)

ربوہ

۱۔ سیدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی۔
۲۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج
۳۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی
۴۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب
۵۔ جناب چوہدری محمد شریف صاحب خالد ایم اے پروفیسر تعلیم الاسلام کالج
۶۔ جناب رفیق احمد صاحب ثاقب پروفیسر تعلیم الاسلام کالج
۷۔ جناب چوہدری محمد لطیف صاحب ایم اے حال غانا۔
۸۔ حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری
۹۔ حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحب بھٹی
۱۰۔ جناب ڈاکٹر سید سلطان محمود صاحب شاہد پی ایچ ڈی تعلیم الاسلام کالج
۱۱۔ جناب چوہدری یحییٰ حسن صاحب باجوہ

قادیان

۱۲۔ جناب ماسٹر محمد ابراہیم صاحب ٹیلر ماسٹر
۱۳۔ جناب مسعود احمد صاحب انیس شاہجہانپوری۔
۱۴۔ جناب چوہدری عبد القدیر صاحب درویش
۱۵۔ جناب ملک بشیر احمد صاحب آئی سپیشلسٹ۔
۱۶۔ جناب سید شہامت علی صاحب سابقہ رتن۔
۱۷۔ جناب ڈاکٹر عطر دین صاحب درویش
۱۸۔ جناب حافظ سخاوت علی صاحب شاہجہانپوری۔

ضلع جھنگ

۱۹۔ جناب میاں بشیر احمد صاحب جماعت احمدیہ جھنگ صدر۔
۲۰۔ جناب ملک محمد حیات صاحب نسوآنہ موضع لولہ
۲۱۔ چوہدری عبد الحلیم خانصاحب چک ۴۹۷ ج ب
۲۲۔ جناب چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ ایڈووکیٹ۔

ضلع سرگودھا

۲۳۔ جناب مرزا عبد الحق صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ سرگودھا
۲۴۔ جناب حافظ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب سرگودھا۔
۲۵۔ جناب چوہدری جلال الدین صاحب چک ۳۳ جنوبی۔
۲۶۔ جناب شیخ محمد اقبال صاحب پراچہ یونائیٹڈ بس لمیٹڈ سرگودھا۔
۲۷۔ جناب شیخ عبد الرحمن صاحب آڑھتی سرگودھا۔
۲۸۔ جناب ڈاکٹر فیاض حسین صاحب رضوی قائم آباد۔
۲۹۔ بوالظفر رائے شمشیر خانصاحب جوئیہ ٹھٹھہ جوئیہ حال ربوہ

ضلع لاہور

۳۰۔ جناب چوہدری اسد اللہ خانصاحب بیرسٹر لاہور
۳۱۔ جناب چوہدری محمد شفیع صاحب پتوکی
۳۲۔ جناب قریشی عبد الرشید صاحب وحدت کالونی لاہور
۳۳۔ جناب خواجہ محمد شریف صاحب برانڈرتھ روڈ لاہور
۳۴۔ جناب امیر الدین صاحب رتن باغ
۳۵۔ جناب ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب لاہور
۳۶۔ جناب سید بہاول شاہ صاحب ،،
۳۷۔ جناب سردار بشیر احمد صاحب ایس ڈی او۔ لاہور
۳۸۔ جناب چوہدری عزیز احمد صاحب کسٹوڈین لاہور۔
۳۹۔ جناب چوہدری فتح محمد صاحب دی لاہور ہر یکے ٹرانسپورٹ
۴۰۔ جناب چوہدری اعجاز نصر اللہ خانصاحب ایڈووکیٹ لاہور
۴۱۔ جناب قریشی قمر احمد صاحب بریلوی ماڈل ٹاؤن لاہور۔
۴۲۔ جناب چوہدری نور احمد خانصاحب گوالمنڈی لاہور
۴۳۔ جناب سراج الدین صاحب نسبت روڈ
۴۴۔ جناب چوہدری عبد الحکیم خانصاحب میکلوڈ روڈ لاہور
۴۵۔ جناب قریشی محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور۔
۴۶۔ جناب چوہدری عبد الحمید صاحب ماڈل ٹاؤن۔
۴۷۔ جناب ڈاکٹر محمد عبد الحق صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس
۴۸۔ جناب ملک عبد اللطیف صاحب ستکوہی۔ لاہور۔
۴۹۔ جناب حافظ عبد الکریم صاحب فضل
۵۰۔ جناب محمد عثمان صاحب مگشمی مینشن
۵۱۔ جناب ایس۔ یو۔ شیخ صاحب کوٹھہ ٹمپل روڈ لاہور

۵۲-جناب حکیم سراج الدین صاحب
بھاٹی گیٹ لاہور
۵۳-جناب ڈاکٹر احسان علی صاحب
میکلوڈ روڈ لاہور۔
۵۴-جناب مسٹر اے ۔ اے یحییٰ صاحب
مال روڈ لاہور
۵۵-جناب محمد ابراہیم صاحب ریاض
دی مال لاہور
۵۶-جناب چوہدری فضل الرحمان صاحب
دی مال لاہور
۵۷-جناب شیخ فضل احمد، بشیر احمد صاحبان
سمن آباد لاہور
۵۸-جناب رشید احمد صاحب ملک لاہور
۵۹-جناب صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب
۶۰-جناب خان صاحب میاں محمد یوسف صاحب
ماڈل ٹاؤن لاہور
۶۱-جناب چوہدری غلام احمد صاحب
وحدت کالونی لاہور
۶۲-جناب مرزا عبدالرحمان صاحب ناصر
انجینئرنگ کالج لاہور
۶۳-جناب شیخ محمد شریف صاحب سمن آباد
۶۴-جناب ماسٹر حسن دین صاحب راوی پارک
۶۵-جناب چوہدری شریف احمد صاحب ٹھیکیدار
۶۶-جناب سید حضرت اللہ صاحب پاشا
ایم اے لاہور

ضلع راولپنڈی

۶۷-جناب سیٹھ محمد اسماعیل صاحب
صدر راولپنڈی
۶۸-جناب شیخ غلام حیدر صاحب کالج روڈ
۶۹-جناب صوفی محمد شفیع صاحب صدر
۷۰-جناب میجر عزیز احمد صاحب مال روڈ
۷۱-محترمہ بیگم صاحبہ جناب میاں عطاء محمد
صاحب مرحوم ۔

۷۲-جناب چوہدری نذیر احمد صاحب
سیالکوٹی ۔ راولپنڈی
۷۳-جناب کیپٹن محمد اسحاق صاحب ملک مری روڈ
۷۴-جناب رفیق احمد صاحب دہلوی نیا محلہ
۷۵-جناب ڈاکٹر عمر الدین صاحب مری روڈ
۷۶-جناب محمد یونس صاحب فاروقی
سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی ۔
۷۷-جناب محی الدین صاحب بابا روڈا روڈ
۷۸-جناب سید مقبول احمد صاحب
ڈلہوزی روڈ راولپنڈی
۷۹-جناب ملک مظفر احمد صاحب کالج روڈ
۸۰-جناب ایم ۔ اے غنی صاحب بی ۔ اے
تیلی محلہ ۔
۸۱-جناب کرنل محمود احمد صاحب سیٹلائٹ ٹاؤن
۸۲-جناب ماسٹر عبدالرحمان صاحب خاکی
بی ۔ اے
۸۳-جناب قاضی بشیر احمد صاحب بھٹی
کشمیری بازار
۸۴-جناب کیپٹن آئی ۔ ڈی ۔ زیڈ احمد صاحب
چرچ روڈ ۔
۸۵-چوہدری نور الحسن صاحب موضع بھیارا
۸۶-شیخ عبدالحکیم صاحب شملوی
۸۷-جناب ملک بشیر احمد صاحب
فلائیٹ لیفٹیننٹ
۸۸-جناب میجر عبدالرحمان صاحب مغل
۸۹-کیپٹن کرامت اللہ صاحب سکول
آف سگنلز
۹۰-جناب چوہدری مبارک احمد صاحب
ایم ۔ ایس ۔ سی
۹۱-جناب صوبیدار نواب دین صاحب
امرپورہ ۔
۹۲-جناب کیپٹن عبدالحی صاحب
چیریم گلی

۹۳-جناب خواجہ عنایت اللہ صاحب
چھاچھی محلہ
۹۴-جناب شیخ غلام رسول صاحب نیا محلہ
۹۵-جناب میجر چوہدری عزیز احمد صاحب
مری ۔

ضلع ملتان

۹۶-جناب ملک عمر علی احمد صاحب
امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع ملتان
۹۷-جناب میاں محمد عمر صاحب ڈپٹی
سپرنٹنڈنٹ
۹۸-جناب شیخ عبدالرحیم صاحب پراچہ
کالٹکس ایجنٹ
۹۹-جناب زاہد علی خان صاحب کاشانہ مسیحا
۱۰۰-جناب پیر تصیر احمد صاحب ریڈیو فورمین
۱۰۱-جناب عبدالحفیظ صاحب ایڈووکیٹ
۱۰۲-جناب ڈاکٹر رفیق احمد صاحب
ایم ۔ بی ۔ بی ۔ ایس بوریوالہ
۱۰۳-جناب مولوی ظفر احمد صاحب صدیقی
سکندر آباد
۱۰۴-جناب بشارت احمد صاحب باجوہ
اوورسیئر پیراں غائب
۱۰۵-جناب محمد نعیم، محمد وسیم، محمد علیم صاحبان
دنیا پور
۱۰۶-جناب ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب
ایم ۔ بی ۔ بی ۔ ایس ملتان چھاؤنی
۱۰۷-جناب ڈاکٹر عبدالکریم صاحب
حرم گیٹ ملتان
۱۰۸-جناب ماسٹر نواب الدین صاحب
ایم ۔ اے
۱۰۹-جناب چوہدری شریف احمد، ولی محمد
صاحبان خانیوال
۱۱۰-جناب شیخ عبدالغفور صاحب
پٹواری نہر احمد نگر

۱۱۱-جناب حکیم انوار حسین، محمود احمد صاحبان
خانیوال ۔
۱۱۲-جناب شیخ محمد اسلم، محمد سلیم صاحبان
کمشن ایجنٹ دنیا پور
۱۱۳-جناب چوہدری منور احمد خان صاحب
حرم گیٹ ملتان
۱۱۴-جناب چوہدری محمد اکرم اللہ صاحب
او میگا ریڈیو کمپنی ۔
۱۱۵-جناب شیخ محمد منیر صاحب احمدی دنیا پور
۱۱۶-جناب سیٹھ اللہ جوایا صاحب
حسین آگاہی ملتان

ضلع شیخوپورہ

۱۱۷-جناب چوہدری انور حسین صاحب
ایڈووکیٹ شیخوپورہ
۱۱۸-جناب شیخ محمد بشیر صاحب آزاد
ابالوی منڈی مریدکے ۔

ضلع گوجرانوالہ

۱۱۹-جناب عبدالرحمان صاحب صابر گوجرانوالہ
۱۲۰-جناب میاں برکت علی، غلام احمد صاحبان
وزیر آباد
۱۲۱-جناب چوہدری محمد شریف صاحب فیروزوالہ
۱۲۲-جناب میاں محمد شریف صاحب
باغبانپورہ گوجرانوالہ
۱۲۳-جناب چوہدری عبدالحمید صاحب نقاش بازار
۱۲۴-جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب "ناگورا"
وزیر آباد ۔
۱۲۵-جناب چوہدری مقبول احمد صاحب
انسپکٹر ریلوے وزیر آباد
۱۲۶-جناب چوہدری عزیز اللہ خان صاحب
ایڈووکیٹ وزیر آباد
۱۲۷-جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب
اینڈ برادرز وزیر آباد
۱۲۸-میاں محمد خان، اکبر علی صاحبان

۱۲۹۔ جناب میاں عنایت اللہ صاحب فاروقی
نظام آباد۔
۱۳۰۔ جناب ملک منظور احمد صاحب اٹلوی گیٹ
وزیر آباد
۱۳۱۔ جناب میاں قمرالدین صاحب مرحوم کھوکھر
۱۳۲۔ جناب چوہدری بشیر احمد صاحب سلسلہ ڈسٹرکٹ انجینئر
۱۳۳۔ جناب چوہدری پیر محمد صاحب ہیڈ کلرک۔

ضلع گجرات

۱۳۴۔ جناب چوہدری بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ
۱۳۵۔ محترمہ بیگم صاحبہ جناب سید عبدالعزیز صاحب
منڈی بہاؤالدین۔
۱۳۶۔ جناب محمد اسرار مبارک احمد صاحب کھاریاں

ضلع جہلم

۱۳۷۔ جناب سیٹھی عبدالحق صاحب مین بازار
۱۳۸۔ جناب سیٹھی خلیل الرحمان صاحب مٹین محلہ
۱۳۹۔ جناب خواجہ عبداللطیف صاحب مین بازار

ضلع سیالکوٹ

۱۴۰۔ جناب حکیم سید پیر احمد شاہ صاحب
۱۴۱۔ جناب چوہدری نذیر احمد صاحب ایڈووکیٹ
۱۴۲۔ جناب چوہدری خالد سیف اللہ خانصاحب
۱۴۳۔ جناب چوہدری عبدالستار صاحب ڈگانوالی
۱۴۴۔ جناب محمد علی صاحب ڈسپنسر کوٹلی نیناں
۱۴۵۔ جناب میاں سلطان احمد خانصاحب ہیڈ کلرک
۱۴۶۔ جناب چوہدری غلام حسین صاحب گوندلوالہ

کوئٹہ

۱۴۷۔ جناب شیخ محمد حنیف صاحب
امیر جماعت احمدیہ
۱۴۸۔ جناب میاں بشیر احمد صاحب ایم اے
فاطمہ جناح روڈ
۱۴۹۔ جناب کریم بخش صاحب مرحوم
۱۵۰۔ جناب شیخ محمد اقبال صاحب جناح روڈ
۱۵۱۔ جناب شیخ عبدالاحد صاحب پوسٹ بکس ۱۲۵
۱۵۲۔ مجلس خدام الاحمدیہ شارع فاطمہ جناح
۱۵۳۔ جناب خلیفہ عبدالرحمان صاحب سلم لکڑ منڈی روڈ
۱۵۴۔ جناب ماسٹر عبدالکریم صاحب جناح روڈ
۱۵۵۔ جناب سید قربان حسین شاہ صاحب
۱۵۶۔ احمدیہ پبلک لائبریری شارع فاطمہ جناح
۱۵۷۔ جناب خان عبدالوحید خانصاحب
قلات کول کمپنی۔
۱۵۸۔ جناب ڈاکٹر میجر سراج الحق خانصاحب
۱۵۹۔ جناب چوہدری محمود احمد صاحب کوئٹہ
۱۶۰۔ جناب چوہدری عطاء الحق خانصاحب منصفی روڈ
۱۶۱۔ جناب چوہدری محمد ابراہیم صاحب ڈار
۱۶۲۔ جناب محمد عبدالحق صاحب جنجوعہ
میکانگی روڈ۔

اضلاع سابق صوبہ سندھ

۱۶۳۔ جناب چوہدری سلطان علی صاحب محراب پور
۱۶۴۔ جناب نصیر احمد خانصاحب ناصر آبادی نپور
۱۶۵۔ جناب حاجی عبدالرحمٰن صاحب رئیس باندھی
۱۶۶۔ جناب محمد عبداللہ صاحب رئیس نمبردار
۱۶۷۔ جناب علاؤالدین صاحب گوٹھ علاؤالدین
۱۶۸۔ جناب چوہدری عطاء محمد صاحب گوٹھ امام بخش
۱۶۹۔ جناب چوہدری محمد عبداللہ صاحب "
۱۷۰۔ جناب چوہدری غلام نبی صاحب "
۱۷۱۔ جناب چوہدری برکت علی صاحب
گوٹھ سردار محمد پنجابی
۱۷۲۔ جناب حاجی قمرالدین صاحب گوٹھ قمرآباد
۱۷۳۔ جناب حاجی کریم بخش صاحب "
۱۷۴۔ جناب ڈاکٹر فقیر محمد صاحب "
۱۷۵۔ جناب رئیس عبدالحمید صاحب باندھی
۱۷۶۔ جناب چوہدری صادق احمد صاحب
دریا خان مری
۱۷۷۔ جناب ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب
مارکیٹ روڈ نواب شاہ
۱۷۸۔ جناب سیٹھ محمد دین صاحب مرحوم نواب شاہ
۱۷۹۔ جناب چوہدری ظفراللہ خانصاحب پریذیڈنٹ
نواب شاہ
۱۸۰۔ جناب چوہدری نتھے خان صاحب
گوٹھ نتھے خاں
۱۸۱۔ جناب چوہدری غلام رسول صاحب
گوٹھ نتھے خاں
۱۸۲۔ جناب ڈاکٹر عبدالرحمان صاحب صدیقی
میرپور خاص
۱۸۳۔ جناب بابو عبدالغفار صاحب رسالہ روڈ
حیدرآباد
۱۸۴۔ جناب چوہدری محمد اکرام صاحب لطیف آباد
۱۸۵۔ جناب ڈاکٹر احمدی الدین صاحب
امیر جماعت احمدیہ کنری
۱۸۶۔ جناب چوہدری شاہ دین صاحب گوٹھ شاہ پنیل
۱۸۷۔ جناب فضل الرحمان خانصاحب
زیل پاک سیمنٹ فیکٹری حیدرآباد
۱۸۸۔ جناب چوہدری رحمت اللہ صاحب ڈیرہ نواب شاہ
۱۸۹۔ جناب ملک محمد الٰہی صاحب چارکول مرچنٹ بدین
۱۹۰۔ جناب ملک جلال الدین صاحب
جنرل سیکرٹری بدین
۱۹۱۔ جناب ملک محمد احمد صاحب
چارکول مرچنٹ
۱۹۲۔ جناب مہر غلام محمد صاحب چارکول مرچنٹ
۱۹۳۔ جناب چوہدری کرامت اللہ صاحب بدین
۱۹۴۔ جناب چوہدری فضل احمد صاحب
پریذیڈنٹ جماعت رحیم یار خاں
۱۹۵۔ جناب ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب رحیم آباد

بہاولپور

۱۹۶۔ جناب خان عزیز محمد خان صاحب
بہاولپور
۱۹۷۔ جناب چوہدری غلام احمد صاحب
۱۹۸۔ پیر محمد اقبال صاحب اسٹیشن ماسٹر

کراچی

۱۹۹۔ جناب قاضی محمد اسلم صاحب
ایم اے کراچی
۲۰۰۔ جناب عبدالرحیم صاحب مدہوش
رحمانی مارٹن روڈ کراچی
۲۰۱۔ جناب عبدالرزاق صاحب مہتہ
پیر الٰہی بخش کالونی۔
۲۰۲۔ جناب چوہدری بشیر احمد صاحب منیر
بی اے۔ کورنگی کریک
۲۰۳۔ جناب چوہدری حاجی مسعود احمد صاحب خورشید
۲۰۴۔ جناب محمد شریف صاحب چغتائی
جنرل پوسٹ اینڈ ٹیلیگراف۔
۲۰۵۔ محترمہ انور سلطانہ صاحبہ کورنگی کریک
۲۰۶۔ دی ایسٹرن سروسز لمیٹڈ بندر روڈ
۲۰۷۔ جناب مولوی صدرالدین صاحب احمد
منگھا پیر روڈ۔
۲۰۸۔ جناب غلام احمد صاحب گولیمار کراچی
۲۰۹۔ جناب حافظ عبدالغفور صاحب ناصر
مولوی فاضل کراچی
۲۱۰۔ جناب میاں عطاء الرحمٰن صاحب طاہر

مغربی پاکستان کے دیگر اضلاع

۲۱۱۔ جناب نوابزادہ محمد امین خانصاحب
بنوں شہر۔
۲۱۲۔ جناب محمد سعید احمد صاحب اسسٹنٹ
انجینئر پشاور
۲۱۳۔ جناب قاضی محمد برکت اللہ صاحب
ایم اے میرپور
۲۱۴۔ جناب سردار امیر محمد خانصاحب
قیصرانی کوٹ قیصرانی
۲۱۵۔ جناب مبارک علی صاحب لاجپاہ روڈ
لائل پور
۲۱۶۔ جناب مولوی برکت علی صاحب لائق
جہڑانوالہ
۲۱۷۔ جناب مرزا محمد عبداللہ صاحب
جی ٹی روڈ۔ پشاور
۲۱۸۔ چوہدری عبدالمالک صاحب فاضل
ڈیرہ اسماعیل خاں

۲۱۹ جناب مولوی خلیل الرحمان صاحب
رام پورہ پشاور
۲۲۰ جناب شیخ محمد صاحب صدر معلم
پرائمری سکول دینالا سیالکوٹ
۲۲۱ میجر محمد عبد اللہ صاحب مہار
منسٹری آف ڈیفنس کراچی

مشرقی پاکستان

۲۲۲ جناب شیخ محمود الحسن صاحب
امیر جماعت احمدیہ ڈھاکہ
۲۲۳ جناب فضل کریم صاحب ملّا ڈھاکہ
۲۲۴ جناب قاضی خلیل الرحمان صاحب
خادم ڈھاکہ
۲۲۵ جناب محمد انور و ڈاکٹر محمد شفیق صاحبان
چٹاگانگ
۲۲۶ جناب چوہدری محمد خالد صاحب
چٹاگانگ۔
۲۲۷ جناب محمود احمد علاؤ الدین صاحب
چٹاگانگ
۲۲۸ جناب محمد سلیمان صاحب سوہاروڈ
ڈھاکہ
۲۲۹ محترمہ مسعودہ بیگم سعدی صاحبہ
چٹاگانگ
۲۳۰ جناب مولوی ابوالخیر محب اللہ صاحب
محمود نگر
۲۳۱ جناب صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب
بیرسٹر ڈھاکہ
۲۳۲ جناب ڈاکٹر عبد الصمد صاحب
ڈی۔پی۔ایچ نارائن گنج
۲۳۳ جناب چوہدری انور احمد صاحب
کاہلوں نارائن گنج
۲۳۴ جناب خورشید احمد صاحب کاہلوں
نارائن گنج
۲۳۵ جناب شیخ عبد الحمید صاحب مغل ٹولی
چوک ڈھاکہ

۲۳۶ جناب مسٹر ظفر احمد صاحب مولوی بازار
ڈھاکہ
۲۳۷ جناب ایم عبید اللہ خان صاحب
مشن روڈ ڈھاکہ
۲۳۸ جناب چوہدری سیف اللہ خان صاحب
سیفی موتی جھیل۔
۲۳۹ جناب ملک محمد طفیل صاحب
کاہری ریسٹورنٹ ڈھاکہ
۲۴۰ محمد حبیب اللہ صاحب پوسٹ بکس
۵۶ نارائن گنج
۲۴۱ جناب سید ضیاء الحسن صاحب
ملٹری ہسپتال چٹاگانگ
۲۴۲ جناب چوہدری احسان اللہ صاحب
پوسٹ بکس ۳۴۵ چٹاگانگ

بھارت کے دیگر علاقے

۲۴۳ جناب مولانا محمد سلیم صاحب
فاضل کلکتہ
۲۴۴ جناب مولوی کمال الدین صاحب
مالا باری مدراس
۲۴۵ جناب محمد عبد اللہ صاحب
بی ایس سی ایل ایل بی۔ حیدرآباد
۲۴۶ جناب امیر علی صاحب صدیق
جنوبی کنارہ جنوبی ہند
۲۴۷ جناب مولوی سراج الحق صاحب
عثمان گنج حیدرآباد دکن
۲۴۸ جناب میاں محمد عمر صاحب
سہگل کلکتہ
۲۴۹ جناب سید فضل احمد صاحب
سپرنٹنڈنٹ پولیس گیا۔
۲۵۰ جناب میاں محمد بشیر صاحب
سہگل کلکتہ

دوسرے ممالک

۲۵۱ جناب صالح الشبیبی الہندی
سرابایا انڈونیشیا
۲۵۲ محترمہ امۃ النصیر صاحبہ اہلیہ مکرم
صالح الشبیبی صاحب انڈونیشیا
۲۵۳ جناب چوہدری نذیر احمد صاحب
ایم۔ایس۔سی۔ غانا۔
۲۵۴ جناب مسٹر عبد العزیز عزیز الدین صاحب
لنڈن

۲۵۵ جناب ناظم الدین خان صاحب
غوری مارگوی (مشرقی افریقہ)
۲۵۶ جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب منیر
روز ہل (ماریشس)
۲۵۷ جناب ایم اے ہاشمی صاحب کویت (عرب)
۲۵۸ جناب چوہدری عبد الستار صاحب
کویت (عرب)
۲۵۹ جناب عبد الغفور صاحب جمن بخش
سرینام (امریکہ)

دعائیہ فہرست میں آپ کا نام

یہ فہرست دس سال تک (جنوری ۱۹۶۱ء سے دسمبر ۱۹۷۰ء تک) شائع ہوتی رہے گی۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے لئے بھی یہ دعا کی تحریک ہوتی رہے تو آپ الفرقان کا دس سال کا چندہ **ساٹھ روپے** یکمشت مینجر الفرقان ربوہ کے نام ارسال فرما دیں دس سال تک رسالہ بھی آپ کے نام جاری رہے گا اور دعا بھی ہوتی رہے گی اور ہر سال وی۔پی وغیرہ کی زحمت سے مخلصی ہوگی ——— (ابوالعطاء)

افسوسناک سلوک

بعض خریدار حضرات وقت سے پہلے اطلاع نہیں دیتے کہ ان سے وصولی چندہ کے لئے وی۔پی نہ کیا جائے۔ مگر دفتر کی طرف سے باقاعدہ اطلاع کے باوجود جب وی۔پی کیا جاتا ہے تو بلا وجہ واپس کر دیتے ہیں۔ یہ سلوک ایک تبلیغی مجلہ سے نہایت افسوسناک ہے ———

(مینجر الفرقان ربوہ)

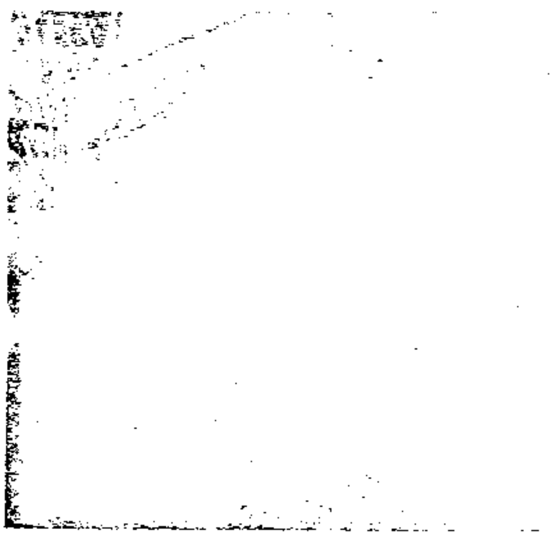

Dr. Julius K.
Nyerere, MA

ماہنامہ "الفرقان" اور احباب کا فرض

★ حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کا ارشاد:

"میرے نزدیک الفرقان جیسا علمی رسالہ تمیں چالیس ہزار بلکہ لاکھ تک چھپنا چاہئے اور اس کی بہت وسیع اشاعت ہونی چاہئے"

(الفضل ۶ جنوری ۱۹۵۸ء)

★ حضرت میرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

"رسالہ الفرقان بہت عمدہ اور قابل قدر رسالہ ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ وسیع ہو کیونکہ اس میں تحقیقی اور علمی مضامین چھپتے ہیں اور قرآن کے فضائل اور اسلام کے محاسن پر بہت عمدہ طریق پر بحث کی جاتی ہے۔ ایک طرح سے یہ رسالہ اس غرض و غایت کو پورا کر رہا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مدنظر رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو ایڈیشن کے جاری کرنے میں تھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی یہ خواہش بڑی گہری اور خدائی پیدا کردہ آرزو پر مبنی ہے کہ اگر یہ رسالہ کی اشاعت ایک لاکھ بھی ہو تو پھر بھی دنیا کی موجودہ ضرورت کے لحاظ سے کم ہے۔ پس مخیر اور مستطیع احمدی اصحاب کو یہ رسالہ نہ صرف زیادہ سے زیادہ تعداد میں خود خریدنا چاہیئے بلکہ اپنی طرف سے نیک دل اور سچائی کی تڑپ رکھنے والے غیر احمدی اور غیر مسلم اصحاب کے نام بھی جاری کرانا چاہیئے۔ تا اس رسالہ کی غرض و غایت بصورت احسن پوری ہو اور اسلام کا آفتاب عالمتاب اپنی پوری شان کے ساتھ ساری دنیا کو اپنے نور سے منور کرے"

خاکسار۔ مرزا بشیر احمد۔ ربوہ $\frac{۱۱}{۵۹}$ (الفضل مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۵۹ء)

رسالہ کا چندہ چھ روپے ہے — مینجر الفرقان ربوہ

بخاری شریف مترجم با شرح

ادارۃ المصنفین کی طرف سے قبل ازیں بخاری شریف جزو سوم کا ترجمہ اور شرح پیش کی جا چکی ہے۔ جسے احباب کی طرف سے پسند کیا گیا ہے۔ اب خدا کے فضل سے بخاری شریف جزو چہارم بھی شرح اور ترجمہ کے ساتھ طبع ہو گئی ہے۔ کتابت اور طباعت عمدہ ہے۔ حجم ۷۰۰ صفحات ہے۔ کتاب مجلد ملیکی قیمت دس روپے رکھی گئی ہے۔ احباب کو فوراً اپنے آرڈر بھجوا دینے چاہئیں۔

تاریخ احمدیت جلد اول و جلد دوم

تاریخ احمدیت جلد اول و دوم نظر ثانی کے بعد مزید اضافہ جات کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔ باوجود اضافہ جات کے اور حجم کی زیادتی کے قیمت میں اضافہ نہیں کیا گیا۔ ہر دو کتب کا مطالعہ نہایت ہی ضروری ہے۔ قیمت جلد اول چار روپے اور قیمت جلد دوم ساڑھے پانچ روپے مقرر کی گئی ہے۔

ادارۃ المصنفین ربوہ ضلع جھنگ

صرف ٹائٹل نصرت آرٹ پریس گولبازار ربوہ میں چھپا